جمنا

گریڈ 9 کے لیے اردو کی درسی کتاب

4901

© NCERT not to be republished

विद्यया ऽमृतमश्नुते

एन सी ई आर टी
NCERT

نیشنل کونسل آف ایجوکیشنل ریسرچ اینڈ ٹریننگ

NATIONAL COUNCIL OF EDUCATIONAL RESEARCH AND TRAINING

4901- JAMUNA
(Urdu Textbook for Grade 9)

ISBN 978-93-5729-644-1

جملہ حقوق محفوظ

- ناشر کی پیشگی اجازت کے بغیر اس کتاب کے کسی بھی حصے کو دوبارہ پیش کرنا، یادداشت کے ذریعے یا بازیافت کے سسٹم میں اس کو محفوظ کرنا یا برقیاتی، میکانکی، فوٹو کاپی، ریکارڈنگ کے کسی بھی وسیلے سے اس کی ترسیل کرنا منع ہے۔
- اس کتاب کو اس شرط کے ساتھ فروخت کیا جارہا ہے کہ اسے ناشر کی اجازت کے بغیر، اس شکل کے علاوہ جس میں کہ یہ چھاپی گئی ہے یعنی اس کی موجودہ جلد بندی اور سرورق میں تبدیلی کرکے، تجارت کے طور پر نہ تو مستعار دیا جا سکتا ہے، نہ دوبارہ فروخت کیا جا سکتا ہے، نہ کرایہ پر دیا جا سکتا ہے اور نہ ہی تلف کیا جا سکتا ہے۔
- کتاب کے صفحے پر جو قیمت درج ہے وہ اس کتاب کی صحیح قیمت ہے۔ کوئی بھی نظر ثانی شدہ قیمت چاہے وہ ربر کی مہر کے ذریعے یا اسٹیکر یا کسی اور ذریعہ سے ظاہر کی جائے تو وہ غلط ہوگی اور قابل قبول نہیں ہوگی۔

پہلا ایڈیشن

مارچ 2026 پھالگن 1947

PD 25T AN

© نیشنل کونسل آف ایجوکیشنل ریسرچ اینڈ ٹریننگ، 2026

قیمت: 105.00 ₹

این سی ای آر ٹی واٹر مارک 80 جی ایس ایم کاغذ پر شائع شدہ

سکریٹری، نیشنل کونسل آف ایجوکیشنل ریسرچ اینڈ ٹریننگ، شری اربندو مارگ، نئی دہلی 110016 نے کراؤن پرنٹرس، بی-1/20، اوکھلا انڈسٹریل ایریا، فیز II، نئی دہلی - 110020 میں چھپوا کر پبلی کیشن ڈویژن سے شائع کیا۔

این سی ای آر ٹی کے پبلی کیشن ڈویژن کے دفاتر

این سی ای آر ٹی کیمپس
شری اروندو مارگ
نئی دہلی۔ 110016 فون: 011-26562708

108، 100 فٹ روڈ ہوسڈے کیرے ہیلی
ایکسٹینشن بنا شنکری III اسٹیج
بنگلورو۔ 560085 فون: 080-26725740

نوجیون ٹرسٹ بھون
ڈاک گھر، نوجیون
احمد آباد۔ 380014 فون: 079-27541446

سی ڈبلیو سی کیمپس
بمقابل ڈھانکل بس اسٹاپ، پانی ہاٹی
کولکاتا۔ 700114 فون: 033-25530454

سی ڈبلیو سی کامپلیکس
مالی گاؤں
گوہاٹی۔ 781021 فون: 0361-2674869

اشاعتی ٹیم

ہیڈ، پبلی کیشن ڈویژن	:	ایم. وی. سری نواسن
چیف ایڈیٹر	:	بگیان سُتار
چیف بزنس منیجر	:	امیتابھ کمار
چیف پروڈکشن آفیسر (انچارج)	:	دیپک جیسوال
ایڈیٹوریل اسسٹنٹ	:	کے ایم عظمت النساء
اسسٹنٹ پروڈکشن آفیسر	:	پرکاش ویر سنگھ

سرورق	لے آؤٹ اور تصاویر
جوئل گل	جنید ڈیجیٹل آرٹس

© NCERT not to be republished

پیش لفظ

قومی تعلیمی پالیسی 2020 ایسے تعلیمی نظام کا تصور پیش کرتی ہے جو ہندوستانی تہذیبی اقدار اور انسانی علوم وفنون کی ترقی کے تمام شعبوں سے مربوط ہو۔ ساتھ ہی طلبا کو اکیسویں صدی کے امکانات اور چیلنجز سے تعمیری طور پر نبرد آزما ہونے کے لیے تیار کرے۔ قومی درسیات کا خاکہ برائے اسکولی تعلیم (NCF-SE 2023) اسکول کی تعلیم کے تمام مراحل میں ایک مربوط نصابی رشتہ قائم کر کے اس بصیرت کو عملی صورت دیتا ہے جو طلبا میں تنقیدی سوچ، تخلیقی صلاحیتوں اور حساسیت کو پروان چڑھاتا ہے تاکہ وہ عالمی معاشرہ میں خود کو ایک ذمہ دار شہری کے طور پر پیش کر سکیں۔

قومی درسیات کا خاکہ برائے اسکولی تعلیم 2023 کے تحت ثانوی مرحلے میں گریڈ 9 اور 10 تک یہ ہدف رکھا گیا ہے کہ طلبا کو ایسی مہارتوں سے لیس کیا جائے جو زندگی میں آگے بڑھنے کے لیے ضروری ہیں طلبا ان مہارتوں کو استدلال اور منطقی فکر کے ساتھ ساتھ مؤثر ابلاغ کے لیے استعمال کر سکتے ہیں۔ یہ درسیاتی خاکہ ان کی تجزیاتی، توضیحی اور بیان کی صلاحیتوں کو فروغ دینے اور مستقبل میں درپیش چیلنجز اور مواقع کے لیے تیار کرنے میں مدد کرتا ہے۔ یہ خاکہ ایک متنوع نصاب جس میں تین زبانوں سمیت دس مضامین شامل ہیں اور تین زبانوں میں کم از کم دو ہندوستان کی مقامی زبانیں ہوں گی۔ سائنس، ریاضی، سماجی علوم، آرٹ کی تعلیم، جسمانی تعلیم، تندرستی اور حرفتی تعلیم بھی اس میں شامل ہیں جو طلبا کی ہمہ جہت نشوونما کو فروغ دیتی ہیں۔

اس مرحلے میں داخل ہونے تک طلبا تعلیم کے اساسی، تیاری اور درمیانی مراحل طے کر چکے ہیں جہاں ان کی موروثی صلاحیت کو مجموعی طور پر پروان چڑھایا گیا ہے۔ گریڈ 9 سے 12 تک کے مرحلے کو نوجوانی کا مرحلہ بھی کہا جاتا ہے۔ یہ طلبا کی فکری اور ذاتی نشوونما میں ایک اہم دور کی نشان دہی کرتا ہے۔ طلبا اِن تجریدی نظریات، سماجی حقیقتوں، اخلاقی قدروں اور علم کی وسیع ہوتی کائنات کے ساتھ رابطہ قائم کرنے کے لیے تیار ہوتے ہیں اور اپنے ارد گرد کی دنیا کے بارے میں اپنی فہم میں گہرائی اور گیرائی پیدا کرتے ہیں۔

© NCERT not to be republished

قومی درسیات کا خاکہ برائے اسکولی تعلیم (NCF-SE, 2023) کے مطابق اس مرحلے میں تین زبانوں کا مطالعہ محض رابطے کے ذریعے نہیں بلکہ فکر، تشریح، مکالمے اور جمالیاتی تحسین کے لیے اہم مرحلے کے طور پر اہمیت رکھتا ہے۔ یہ خاکہ اس بات پر زور دیتا ہے کہ زبان سیکھنے کے لیے تجزیاتی مباحث میں انہماک اور تخلیقی صلاحیتوں کو فروغ دینا چاہیے۔ ثانوی مرحلے کے لیے اردو کی درسی کتاب **جمنا** کو بین الثقافتی تفہیم کو فروغ دینے، طلبا میں سماجی اور پیشہ ورانہ شعبہ جات کے درمیان اعتماد پیدا کرنے اور بامعنی شرکت کے قابل بنانے کے نقطۂ نظر کو ملحوظ رکھتے ہوئے تیار کیا گیا ہے۔

جمنا میں مختلف نوعیت کے اسباق کا احاطہ کیا گیا ہے۔ جو سماجی و ثقافتی اور قدرتی مناظر کی عکاسی کرتے ہیں۔ مواد کا انتخاب طلبا کو معاشرے، ماحولیات، اخلاقیات، سائنس، ٹیکنالوجی اور انسانی رشتوں سے منسلک کرنے کی حکمتِ عملی کے تحت کیا گیا ہے۔ طلبا اس درسی کتاب سے ہندوستانی علمی نظام کے ساتھ ساتھ فکری، فنی اور ثقافتی ورثے کے عصری تجربات سے بھی آگاہی حاصل کریں گے۔

درسی کتاب **جمنا** آموزش کے مرکزی وسیلے کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ طلبا کو مختلف نوعیت کے مواد جن میں کتاب، میڈیا، ڈیجیٹل آرکائیو، لائبریری اور کمیونٹی کے علم کی ایک وسیع دنیا سے متعارف ہونے کی دعوت دیتی ہے۔ اس مرحلے میں اساتذہ، والدین اور اسکول کی لائبریری طلبا کو پڑھنے، مکالمہ کرنے اور آزادانہ تحقیق کے ماحول کو فروغ دینے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

این سی ای آر ٹی درسی کتاب کو تیار کرنے میں شامل ڈیولپمنٹ ٹیم برائے درسی کتاب، مضامین کے ماہرین، اساتذہ اور دوسرے متعلقین کے تعاون کا تہہ دل سے اعتراف کرتی ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ یہ درسی کتاب طلبا کو گہرائی سے سوچنے، اعتماد کے ساتھ بات چیت کرنے اور ہمارے ملک اور دنیا کی فکری اور سماجی زندگی میں سنجیدگی کے ساتھ حصہ لینے کی ترغیب دے گی۔ اس کے ساتھ ہی آئندہ برسوں میں مزید بہتری کے لیے کتاب کے تمام قارئین کی تجاویز اور آرا کا خیر مقدم کرتا ہوں۔

دنیش پرساد سکلانی
ڈائریکٹر
نیشنل کونسل آف ایجوکیشنل ریسرچ اینڈ ٹریننگ

نئی دہلی
فروری 2026

© NCERT not to be republished

اس کتاب کے بارے میں

گریڈ 9 کے لیے اردو کی درسی کتاب جمنا قومی تعلیمی پالیسی (NEP-2020) اور قومی درسیات کا خاکہ برائے اسکولی تعلیم (NCF-SE, 2023) کے وژن کے مطابق تیار کی گئی ہے۔ زبان کی نشوونما ہمارے ادراکی اور عملی تصورات کی تشکیل میں اہم کردار ادا کرتی ہے اور یہ بھی ممکن بناتی ہے کہ ہم اپنے تجربات کو دوسروں کے ساتھ ساجھا کرسکیں نیز ان تجربات سے رونما ہونے والے مشترکہ مفہوم سے بھی استفادہ کرسکیں۔ ثانوی مرحلے میں طلبا مختلف نوعیت کے متون (ابتدائی تحریروں سے لے کر معاصر ادب تک)، مضامین اور دستاویزات کا مطالعہ اور تجزیہ کرتے ہیں۔ اس کے ذریعے وہ تنقیدی مطالعہ اور سماعت کی مہارتیں، دلائل اور مفروضات کا جائزہ لینے کی صلاحیت اور مختلف متون کے درمیان ربط قائم کرنے کے قابل ہو جاتے ہیں۔ طلبا ترغیبی مضامین، ادبی تجزیات اور تخلیقی تحریر کے ذریعے اپنی تحریری مہارتوں کو نکھارتے ہیں اور تعلیمی مقاصد کے لیے درکار لسانی مہارت پر بھی عبور حاصل کر لیتے ہیں۔

اس درسی کتاب میں متنوع موضوعات اور سرگرمیوں کے ذریعے نصابی مقاصد کے حصول کو یقینی بنایا گیا ہے۔ اس کتاب میں افسانہ، مکتوب، مضمون، نظم، غزل، مثنوی اور قطعہ وغیرہ اصناف شامل ہیں۔ کتاب میں شامل اسباق ادبی، ثقافتی اور سماجی موضوعات کا احاطہ کرتے ہیں، جن سے طلبا سماجی و ثقافتی تناظر میں خود کو مربوط کر سکتے ہیں۔ ہندوستانی علمی نظام، اقدار، وراثت، صنفی حساسیت اور شمولیت جیسے ہمہ گیر موضوعات کو تمام ابواب میں جگہ دی گئی ہے۔

زبانوں کی تعلیم کے لیے یہ بات پیشِ نظر رکھی گئی ہے کہ طلبا میں درسیاتی اہداف (Curricular Goals) اور استعدادات (Competencies) کا حصول مربوط انداز میں ہو۔

متن کی تفہیم کے لیے ہر سبق کے ساتھ مختلف نوعیت کی سرگرمیاں شامل کی گئی ہیں جو سبق سے مربوط ہیں اور طلبا کی بامعنی اور فعال شرکت کو یقینی بناتی ہیں۔ تاہم اساتذہ اپنے طور پر مزید سرگرمیوں کو وضع کر کے سبق کے ساتھ متن کی تفہیم اور زبان کی تدریس کو مؤثر اور بامعنی بنا سکتے ہیں۔

© NCERT not to be republished

ہر اکائی میں شامل صنف کا تعارف اور اس کی تاریخی اہمیت بتائی گئی ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ طلبا صنف کی ہیئت، موضوع اور اس کی دیگر خوبیوں سے واقف ہو سکیں۔

سبق کے شروع میں شاعر اور ادیب کے مختصر تعارف سے طلبا کو تخلیق کار کی حیات و خدمات نیز اس کے عہد سے واقفیت میں مدد ملے گی۔

'لفظ و معنی' سے متن کی تفہیم آسان ہوگی اور طلبا کے ذخیرۂ الفاظ میں اضافہ ہوگا۔ 'غور کیجیے' میں سبق کے کسی اہم پہلو یا نکتے کی وضاحت اور اس سے متعلق دیگر معلومات مثلاً تاریخی، تہذیبی اور ادبی اہمیت کو اجاگر کیا گیا ہے، جس سے طلبا کی بین موضوعاتی معلومات میں اضافہ ہوگا۔ 'سوچیے اور بتائیے' کے تحت سوالات بالواسطہ نوعیت کے ہیں، ان سے طلبا کی فکری و تفہیمی صلاحیتیں اجاگر ہوں گی اور کمرۂ جماعت میں ان کی فعال شمولیت کو یقینی بنایا جاسکے گا۔

'پڑھیے، سمجھیے اور لکھیے' کی سرگرمیاں زبان اور اس کے اصول و ضوابط سے متعلق ہیں۔ عملی قواعد کے متعدد اصولوں اور پہلوؤں جن میں محاورہ، کہاوت، ضرب الامثال، جملے کی اقسام، رموزِ اوقاف وغیرہ بھی شامل ہیں جنھیں سبق سے جوڑ کر پیش کیا گیا ہے۔ افسانوی اور غیر افسانوی نثر کی خصوصیات، شعری تراکیب اور شعری محاسن جیسے تشبیہ، استعارہ، تجنیس، تجسیم، مراعات النظیر، رعایتِ لفظی، تلمیح اور مبالغہ وغیرہ کی تفہیم کے لیے سرگرمیاں وضع کی گئی ہیں جو زبان کی تدریس کے نقطۂ نظر سے اہمیت رکھتی ہیں۔ 'لسانی سرگرمی' کے عنوان سے زبان دانی کے اہم نکات کی فہم کو مشقوں کے ذریعے پیش کیا گیا ہے۔ یہ سرگرمیاں طلبا میں زبان کی تحریری و تقریری صلاحیت کو مزید نکھارنے میں معاون ہوں گی۔

طلبا کی شعوری بالیدگی کے لیے 'آپ کی رائے'، 'تلاش کیجیے'، 'تجزیہ کیجیے' اور 'گفتگو کیجیے' کے عنوانات کے تحت ایسی سرگرمیاں شامل کی گئی ہیں جن سے طلبا میں تہذیبی وراثت، سماجی تصور نیز معاصر نقطۂ نظر کے ساتھ ان کی اپنی فکری صلاحیت کو نکھارنے میں مدد ملے گی ساتھ ہی طلبا کی شمولیت کو یقینی بنایا جاسکے گا۔

زبان کی تدریس و آموزش میں طلبا کی تخلیقی صلاحیت کی نشو و نما بنیادی جز ہے، اس کے لیے 'پروجیکٹ'، 'تخلیقی اظہار' اور 'عملی کام' کے عنوانات کے تحت ایسی سرگرمیاں شامل کی گئی ہیں جن سے

© NCERT not to be republished

طلبا کو انٹرویو لینے، ای میل لکھنے، خط لکھنے اور مختلف ادبی اصناف میں تخلیقی طبع آزمائی کی ترغیب اور مواقع ملتے ہیں۔ آخر میں 'اضافی مطالعہ' کے تحت سبق سے متعلق دیگر معلومات کو پیش کیا گیا ہے۔

سبھی اسباق نہ صرف دل چسپ ہیں بلکہ معلومات سے بھرپور ہیں۔ یہ زندگی کا قیمتی خزانہ بھی ہیں، جو طلبا کی ذاتی نشوونما میں مدد کرتے ہیں اور انھیں سماج میں اعتماد کے ساتھ آگے بڑھنے کی صلاحیت بھی عطا کرتے ہیں۔ یہ طلبا کی روزمرہ زندگی کے تجربات سے ہم آہنگ ہو کر استقامت، ہمدردی، ذہانت اور جذباتی وابستگی جیسی مثبت اقدار کو فروغ دیتے ہیں۔

امید ہے کہ طلبا اس درسی کتاب سے لطف اندوز ہوں گے اور اپنی صلاحیتوں کو فروغ دیں گے۔

محمد فاروق انصاری

پروفیسر اینڈ ہیڈ

ڈپارٹمنٹ آف ایجوکیشن ان لینگویجز، این سی ای آر ٹی، نئی دہلی

© NCERT not to be republished

بھارت کا آئین

حصہ III (دفعہ 12 سے 35)

(بعض شرائط، چند مستثنات اور واجب پابندیوں کے ساتھ)

بنیادی حقوق

کے ذریعہ منظور شدہ

حق مساوات

- قانون کی نظر میں اور قوانین کا مساویانہ تحفظ
- مذہب، نسل، ذات، جنس یا مقام پیدائش کی بنا پر عوامی جگہوں پر مملکت کے زیر انتظام
- سرکاری ملازمت کے لیے مساوی موقع
- چھوت چھات اور خطابات کا خاتمہ

حق آزادی

- اظہار خیال، مجلس، انجمن تحریک، بود و باش اور پیشے کا
- سزا کے جرم سے متعلق بعض تحفظات کا
- زندگی اور شخصی آزادی کے تحفظ کا
- 6 سے 14 سال کی عمر کے بچوں کے لیے مفت اور لازمی تعلیم کا
- گرفتاری اور نظربندی سے متعلق بعض معاملات کے خلاف تحفظ کا

استحصال کے خلاف حق

- انسانوں کی تجارت اور جبری خدمت کی ممانعت کے لیے
- بچوں کو خطرناک کام پر مامور کرنے کی ممانعت کے لیے

مذہب کی آزادی کا حق

- آزادی ضمیر اور قبولِ مذہب اور اس کی پیروی اور تبلیغ
- مذہبی امور کے انتظام کی آزادی
- کسی خاص مذہب کے فروغ کے لیے ٹیکس ادا کرنے کی آزادی
- کلی طور سے مملکت کے زیر انتظام تعلیمی اداروں میں مذہبی تعلیم یا مذہبی عبادت کی آزادی

ثقافتی اور تعلیمی حقوق

- اقلیتوں کی اپنی زبان، رسم خط یا ثقافت کے مفادات کا تحفظ
- اقلیتوں کو اپنی پسند کے تعلیمی ادارے کے قیام اور ان کے انتظام کا حق

قانونی چارہ جوئی کا حق

- سپریم کورٹ یا کورٹ کی جانب سے ہدایات، احکام یا رٹ کے اجرا کو تبدیل کرانے کا حق

کمیٹی برائے قومی نصاب اور تدریسی و آموزشی مواد (NSTC)

مہیش چندر پنت، چانسلر، نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف ایجوکیشنل پلاننگ اینڈ ایڈمنسٹریشن **(چیئرپرسن)**

منجل بھارگو، پروفیسر، پرنسٹن یونیورسٹی **(کو- چیئرپرسن)**

سدھا مورتی، مشہور ادیبہ اور ماہر تعلیم

شیکھر مانڈے، سابق ڈائریکٹر جنرل، سی ایس آئی آر، ممتاز پروفیسر ساوتری بائی پھولے، پونے یونیورسٹی، پونے

سجاتا رام دورائی، پروفیسر، یونیورسٹی آف برٹش، کولمبیا، کناڈا

شنکر مہادیون، میوزک مائسٹرو، ممبئی

یو. وِمل کمار، ڈائریکٹر، پرکاش پاڈوکون بیڈمنٹن اکادمی، بنگلورو

سُرینا راجن، آئی اے ایس (ریٹائرڈ)، سابق ڈائریکٹر جنرل، ہریانہ انسٹی ٹیوٹ آف پبلک ایڈمنسٹریشن، (ایچ آئی پی اے)

چامو کرشنا شاستری، چیئرپرسن، بھارتیہ بھاشا سمیتی، وزارت تعلیم

سنجیو سانیال، ممبر، اکنامک ایڈوائزری کونسل ٹو دی پرائم منسٹر (ای اے سی-پی ایم)

ایم ڈی سری نواس، چیئرپرسن، سینٹر فار پالیسی اسٹڈیز، چنئی

گجانن لونڈھے، ہیڈ، پروگرام آفس، این ایس ٹی سی

رابن چھتیری، ڈائریکٹر، ایس سی ای آر ٹی، سکّم

پرتیوش کمار منڈل، پروفیسر اینڈ ڈین آف انسٹرکشن، ریجنل انسٹی ٹیوٹ آف ایجوکیشن، این سی ای آر ٹی، میسور، کرناٹکا

دنیش کمار، پروفیسر اینڈ ڈین (ریسرچ)، این سی ای آر ٹی، نئی دہلی

کیرتی کپور، پروفیسر (ریٹائرڈ)، ڈپارٹمنٹ آف ایجوکیشن اِن لینگویجز، این سی ای آر ٹی، نئی دہلی

رنجنا اروڑہ، پروفیسر اینڈ ہیڈ، ڈپارٹمنٹ آف کری کولم اسٹڈیز اینڈ ڈیولپمنٹ، این سی ای آر ٹی، نئی دہلی

(ممبر- سکریٹری)

© NCERT not to be republished

بھارت کا آئین

تمہید

ہَـم بھارت کے عوام متانت و سنجیدگی سے عزم کرتے ہیں کہ بَھـارَت کـو ایک مقتَدر، سمَاج وَادی، غیر مَذهَبی عَوامی جَمهُوریَه بنائیں اور اس کے تمام شہریوں کے لیے حاصل کریں۔

انصاف سماجی، معاشی اور سیاسی

آزادی خیال، اظہار، عقیدہ، دین اور عبادت

مساوات بہ اعتبار حیثیت اور موقع اور ان سب میں

اخوت کو ترقی دیں جس سے فرد کی عظمت اور قوم کے اتحاد اور سالمیت کا تیقن ہو۔

اپنی آئین ساز اسمبلی میں آج چھبیس نومبر 1949ء کو یہ آئین ذریعہ ہذا اختیار کرتے ہیں، وضع کرتے ہیں اور اپنے آپ پر نافذ کرتے ہیں۔

1۔ آئینی (بیالیسویں ترمیم) ایکٹ، 1976 کے سیکشن 2 کے ذریعہ ''مقتدر عوامی جمہوریہ'' کی جگہ (3-1-1977 سے)
2۔ آئینی (بیالیسویں ترمیم) ایکٹ، 1976 کے سیکشن 2 کے ذریعہ ''قوم کے اتحاد'' کی جگہ (3-1-1977 سے)

ڈیولپمنٹ ٹیم برائے درسی کتاب

اراکین

قاضی عبیدالرحمٰن ہاشمی، سابق پروفیسر اینڈ ہیڈ، شعبۂ اردو، جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی (ٹیم لیڈر)

آفتاب احمد، پی جی ٹی (اردو)، سید عابد حسین سینئر سیکنڈری اسکول، جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی

ابوبکر عباد، پروفیسر اینڈ ہیڈ، شعبۂ اردو، دہلی یونیورسٹی، دہلی

توصیف احمد، ممبر پروگرام آفس، این ایس ٹی سی

چمن آرا خان، پروفیسر، ڈپارٹمنٹ آف ایجوکیشن ان لینگویجز، این سی ای آر ٹی، نئی دہلی

دیوان حنان خاں، پروفیسر، ڈپارٹمنٹ آف ایجوکیشن ان لینگویجز، این سی ای آر ٹی، نئی دہلی

راجیش مشرا، سابق پروفیسر، ریجنل انسٹی ٹیوٹ آف ایجوکیشن، این سی ای آر ٹی، اجمیر

سلمان فیصل، ٹی جی ٹی (اردو)، سرودیا بال ودیالیہ، گیتا کالونی، نئی دہلی

شمیم احمد، ایسو سی ایٹ پروفیسر، سینٹ اسٹیفنس کالج، دہلی یونیورسٹی، دہلی

شہپر رسول، سابق پروفیسر اینڈ ہیڈ، شعبۂ اردو، جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی

غزالہ پروین، پی جی ٹی (ریٹائرڈ)، خدیجۃ الکبریٰ پبلک اسکول، نئی دہلی

فیضان شاہد، ٹی جی ٹی، گورنمنٹ بوائز سینئر سیکنڈری اسکول، جوگابائی، نئی دہلی

محمد نعمان خاں، سابق پروفیسر (اردو)، ڈپارٹمنٹ آف ایجوکیشن ان لینگویجز، این سی ای آر ٹی، نئی دہلی

نعیمہ جعفری پاشا، معروف افسانہ نگار، 141، گراؤنڈ فلور، پاکٹ-2، جسولہ، نئی دہلی

ممبر کوآرڈی نیٹر

محمد فاروق انصاری، پروفیسر اینڈ ہیڈ، ڈپارٹمنٹ آف ایجوکیشن ان لینگویجز، این سی ای آر ٹی، نئی دہلی

اظہارِ تشکر

نیشنل کونسل آف ایجوکیشنل ریسرچ اینڈ ٹریننگ درسی کتب میں قومی درسیات کا خاکہ برائے اسکولی تعلیم 2023 کے تصورات کے اطلاق کے لیے تشکیل دیے گئے این سی ایف اوورسائٹ کمیٹی (NCF Oversight Committee) کے چیئر پرسن اور اراکین کی ممنون ہے۔ این سی ای آر ٹی، کمیٹی برائے قومی نصاب اور تدریسی و آموزشی مواد (NSTC) کے چیئر پرسن، کو-چیئر پرسن اور اراکین کی بھی ممنون ہے جنھوں نے درسی کتاب کی تیاری کے عمل کی مسلسل نگرانی اور سیر حاصل محاکمہ کیا۔ مزید برآں اس درسی کتاب کی تیاری اور کراس کٹنگ موضوعات پر رہنمائی اور مشورے کے لیے زبانوں اور دیگر مضامین کے لیے تشکیل دیے گئے ذیلی گروپ (اردو) کے چیئر پرسن اور ممبران کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتی ہے۔

اس کتاب میں پریم چند کا افسانہ 'پنچایت' اور انتظار حسین کا 'مانوس اجنبی'، منشی ہرگوپال تفتہ کے نام مرزا غالبؔ کے دو خط اور سید مبارز الدین رفعت کا مضمون 'اجنتا اور ایلورا'، کرشنا سوبتی کا 'میاں نصیر الدین' شامل کیے گئے ہیں۔ میر تقی میرؔ، خواجہ میر دردؔ، امیرؔ مینائی، جگرؔ مرادآبادی کی غزلیں، پنڈت برج نارائن چکبستؔ کی نظم 'رامائن کا ایک سین'، اختر الایمان کی نظم 'اعتماد' اور کیفی اعظمی کی نظم 'عورت' کو شامل کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ میر حسن کی مثنوی 'سحر البیان' کا حصہ 'آغازِ داستاں' اور نریش کمار شاد کے 'قطعات' بھی اس کتاب کا حصہ ہیں۔ کونسل ان سبھی کے وارثین کا شکریہ ادا کرتی ہے۔

کونسل امریندر بہرا، پروفیسر اینڈ جوائنٹ ڈائریکٹر، سی آئی ای ٹی؛ پرتیوش کمار منڈل، پروفیسر اینڈ ہیڈ، ڈی ای ای ایس؛ سنیتا فرکیا، پروفیسر اینڈ ہیڈ، ڈی ای ایس ایم؛ اندرانی بھادری، پروفیسر اینڈ ہیڈ، ای ایس ڈی؛ وِنے سنگھ، پروفیسر اینڈ ہیڈ، ڈی ای جی ایس این؛ ملی رائے، پروفیسر اینڈ ہیڈ، ڈی ای جی ایس اور جیوتسنا تیواری، پروفیسر اینڈ ہیڈ، ڈی ای اے اے

© NCERT not to be republished

اور ان کی تمام ٹیموں کی پوری درسی کتاب میں اہم نصابی پہلوؤں کے متوازن انضمام اور دوسرے نصابی شعبوں کے ساتھ روابط کو یقینی بنانے کے لیے ان کی کوششوں کا اعتراف کرتی ہے۔

کونسل ماہ طلعت علوی، ریٹائرڈ پی جی ٹی (اردو)، جامعہ سینئر سکنڈری اسکول، نئی دہلی؛ شاہد ملک، اسسٹنٹ پروفیسر (اردو)، بدری وشال کالج، فرخ آباد اور پرویز احمد خاں، ٹی جی ٹی (اردو)، سروودیہ ودیالیہ، قریش نگر، دہلی کا بھی تہہ دل سے شکریہ ادا کرتی ہے جنھوں نے کتاب کی تیاری کے سلسلے میں منعقدہ ورکشاپ میں شرکت کی اور اپنے قیمتی مشوروں سے نوازا۔

اس کتاب کی تیاری کے لیے نیشنل کونسل آف ایجوکیشنل ریسرچ اینڈ ٹریننگ، محمد عرفان، سینئر ریسرچ ایسوسی ایٹ، محمد جلیل اقبال خاکی، حسن اصغر، جونئیر پروجیکٹ فیلو، ریاض احمد، ڈی ٹی پی آپریٹر، واعظ الرحمٰن صدیقی، پروف ریڈر کی ممنون ہے۔ ان کے علاوہ کتاب کی حتمی شکل اور ایڈیٹنگ میں پبلی کیشن ڈویژن کی جانب سے محمد نظام الدین، اسسٹنٹ ایڈیٹر (کانٹر یکچول)، مسعود احمد، اسسٹنٹ ایڈیٹر (کانٹر یکچول)، جاوید احمد، پروف ریڈر (کانٹر یکچول)، مسیح الدین اور امجد حسین، ڈی ٹی پی آپریٹر (کانٹر یکچول) اور پون کمار بریار، انچارج، ڈی ٹی پی سیل نے پوری دل چسپی سے حصہ لیا۔ کونسل ان سبھی کا شکریہ ادا کرتی ہے۔

© NCERT not to be republished

بھارت کا آئین

حصّہ 4 الف

بنیادی فرائض

بنیادی فرائض : 51 الف۔ بھارت کے ہر شہری کا یہ فرض ہوگا کہ وہ ـــــ

(الف) آئین پر کاربند رہے اور اس کے نصب العین اور اداروں، قومی پرچم اور قومی ترانے کا احترام کرے؛

(ب) ان اعلیٰ نصب العین کو عزیز رکھے اور ان کی تقلید کرے جو آزادی کی تحریک میں قوم کی رہنمائی کرتے رہے ہیں؛

(ج) بھارت کے اقتدار اعلیٰ، اتحاد اور سالمیت کو مستحکم بنیادوں پر استوار کرکے ان کا تحفظ کرے؛

(د) ملک کی حفاظت کرے اور جب ضرورت پڑے، قومی خدمت انجام دے؛

(ہ) مذہبی، لسانی اور علاقائی وطبقاتی تفرقات سے قطع نظر بھارت کے عوام الناس کے مابین یک جہتی اور عام بھائی چارے کے جذبے کو فروغ دے نیز ایسی حرکات سے باز رہے جن سے خواتین کے وقار کو ٹھیس پہنچتی ہو؛

(و) ملک کی ملی جلی ثقافت کی قدر کرے اور اُسے برقرار رکھے؛

(ز) قدرتی ماحول کو جس میں جنگلات، جھیلیں، دریا اور جنگلی جانور شامل ہیں، محفوظ رکھے اور بہتر بنائے اور جانداروں کے تئیں محبت وشفقت کا جذبہ رکھے۔

(ح) دانشورانہ رویے سے کام لے کر انسان دوستی اور تحقیقی واصلاحی شعور کو فروغ دے؛

(ط) قومی جائیداد کا تحفظ کرے اور تشدد سے گریز کرے؛

(ی) تمام انفرادی اور اجتماعی شعبوں کی بہتر کارکردگی کے لیے کوشاں رہے تاکہ قوم متواتر ترقی و کامیابی کی منازل طے کرنے میں سرگرم عمل رہے؛

(ک) ماں، باپ یا سرپرست جو بھی ہے، چھے سے چودہ سال تک کی عمر کے اپنے بچے یا زیرولایت، کو تعلیم کے مواقع فراہم کرے۔

فہرست

پیش لفظ		iii
اس کتاب کے بارے میں		v

افسانہ

پنچایت	منشی پریم چند	1 - 22
مانوس اجنبی	انتظار حسین	23 - 41

مکتوب

غالب کے خطوط	مرزا غالب	42 - 52

مضمون

اجنتا اور ایلورا	سید مبارز الدین رفعت	53 - 64
مالی خواندگی	ادارہ	65 - 76
میاں نصیر الدین	کرشنا سوبتی	77 - 89

غزل

جگ میں آکر اِدھر اُدھر دیکھا	خواجہ میر درد دہلوی	90 - 97
اشک آنکھوں میں کب نہیں آتا	میر تقی میر	98 - 106

© NCERT not to be republished

تیر کھانے کی ہوس ہے تو جگر پیدا کر	امیر مینائی	107 - 116
اللہ اگر توفیق نہ دے انسان کے بس	جگر مرادآبادی	117 - 126

نظم

رامائن کا ایک سین	برج نارائن چکبست	127 - 138
اعتماد	اختر الایمان	139 - 145
عورت	کیفی اعظمی	146 - 153

مثنوی

آغازِ داستاں (سحر البیان)	میر حسن	154 - 168

قطعہ

ذہن کا کوئی نور پاش خیال ایک شاعر کی آنکھ جب چاہے کھیل بن جائے خود وجود ترا شبنمی پیرہن میں رہ رہ کر	نریش کمار شاد	169 - 175

© NCERT not to be republished

افسانہ

افسانہ اردو کی اہم اور مقبول صنف ہے جس میں زندگی کے کسی خاص واقعے، تاثر، تجربے یا پہلو کی عکاسی کی جاتی ہے یا کسی مخصوص نفسیاتی یا جذباتی صورتِ حال کو بیان کیا جاتا ہے۔ افسانے میں واقعات کا بیان، کرداروں کے مکالمے اور منظر و ماحول کی پیش کش نپی تلی اور تاثر سے بھرپور ہونی چاہیے۔ یہاں تاثر سے مراد وحدتِ تاثر ہے۔ افسانے کے آغاز اور انجام دونوں کی کامیابی کا تعلق تخلیقی مہارت سے ہے۔

افسانہ اختصار کے ساتھ زندگی کے کسی گوشے کو قاری کے سامنے پیش کرتا ہے۔ افسانہ نگار کا ذاتی مشاہدہ اور انسانی نفسیات کا گہرا مطالعہ بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ کردار اور واقعات ایسے ہوتے ہیں جو ہماری زندگی اور ہمارے تجربوں سے مطابقت رکھتے ہیں۔ افسانے کے فن میں پلاٹ، کردار، مکالمے، تکنیک اور زبان و اسلوب کی خاص اہمیت ہے۔

ہندوستان میں کتھا کہانی کا رواج صدیوں پرانا ہے۔ اسی طرح داستان اور قصص کی روایت بھی ملتی ہے۔ اردو میں افسانے کا باقاعدہ آغاز بیسویں صدی کے شروع میں ہوا۔ اردو کے اہم افسانہ نگاروں میں پریم چند، علی عباس حسینی، سعادت حسن منٹو، کرشن چندر، خواجہ احمد عباس، عصمت چغتائی، راجندر سنگھ بیدی، قرۃ العین حیدر، جیلانی بانو، انتظار حسین وغیرہ کے نام اہمیت کے حامل ہیں۔ نئے افسانہ نگاروں کی بھی ایک بڑی تعداد ہمارے سامنے آچکی ہے۔ اردو کے بہت سے افسانوں کا ترجمہ دنیا کی مختلف زبانوں میں کیا جاچکا ہے۔

© NCERT not to be republished

منشی پریم چند

1880 – 1936

منشی پریم چند کا اصل نام دھنپت رائے تھا۔ ان کی پیدائش بنارس کے ایک گاؤں لمہی میں ہوئی۔ انٹرمیڈیٹ پاس کرنے کے بعد انھوں نے محکمۂ تعلیم میں ملازمت کی۔ انگریزی دورِ حکومت میں سرکاری ملازمت کی وجہ سے حق بات کے اظہار میں رکاوٹ محسوس ہوئی تو ملازمت ترک کر کے تصنیف و تالیف میں مصروف ہو گئے۔ اردو افسانے کا باقاعدہ آغاز پریم چند سے ہوا۔ اردو افسانے کے ابتدائی دور میں جو رجحانات سامنے آئے ان میں سماجی حقیقت نگاری کو خاص اہمیت حاصل ہے، جس کے نمائندہ افسانہ نگار پریم چند تھے۔ انھوں نے دیہی معاشرت اور پسماندہ طبقات کی زندگی کے مسائل کو موضوع بنایا۔ 'سوزِ وطن' (1907) پریم چند کے افسانوں کا پہلا مجموعہ ہے۔ انھوں نے شروع میں کچھ افسانے نواب رائے کے نام سے بھی لکھے پھر پریم چند قلمی نام اختیار کیا اور اسی نام سے مشہور ہوئے۔

پریم چند نے تقریباً ساڑھے تین سو افسانے اور ایک درجن ناول لکھے ہیں۔ ان کے افسانوں کے مجموعوں میں واردات، پریم پچیسی، پریم بتیسی، آخری تحفہ، نجات، زادِ راہ اور ناولوں میں چوگانِ ہستی، نرملا، بیوہ، گئودان، میدانِ عمل، غبن اور بازارِ حسن وغیرہ ممتاز حیثیت رکھتے ہیں۔

پریم چند کے ناول اور افسانے سماجی حقیقت نگاری کا عمدہ نمونہ ہیں۔ ان کے افسانوں کا پس منظر مشرقی اتر پردیش کا دیہات ہے۔ پریم چند کی تصانیف میں ہندوستانی کسان اپنی اصل شخصیت کے ساتھ نظر آتا ہے۔ ان کی نثر سادہ اور آسان ہے جسے انھوں نے اپنے اندازِ بیان سے پُرلطف بنا دیا ہے۔

© NCERT not to be republished

4901CH01

پنچایت

جمّن شیخ اور الگو چودھری میں بڑا یارانہ تھا۔ ساجھے میں کھیتی ہوتی۔ لین دین میں بھی کچھ ساجھا تھا۔ ایک دوسرے پر کامل اعتماد۔ جمّن جب حج کرنے کو گئے تھے تو اپنا گھر الگو کو سونپ گئے تھے اور الگو جب کبھی باہر جاتے تو جمّن پر اپنا گھر چھوڑ دیتے۔ وہ نہ ہم نوالہ تھے، نہ ہم پیالہ، نہ ہم مشرب، صرف ہم خیال تھے اور یہی دوستی کی اصل بنیاد ہے۔

اس دوستی کا آغاز اُس زمانے میں ہوا جب دونوں لڑکے جمّن کے پدرِ بزرگوار شیخ جمعراتی کے روبرو زانوئے ادب تہہ کرتے تھے۔

شیخ جمّن کی ایک بوڑھی بیوہ خالہ تھیں۔ ان کے پاس کچھ تھوڑی سی ملکیت تھی مگر قریبی وارث کوئی نہ تھا۔ جمّن نے وعدے وعید کے سبز باغ دکھا کر خالہ اماں سے وہ ملکیت اپنے نام کرا لی تھی۔ جب تک ہبہ نامہ پر رجسٹری نہ ہوئی تھی خالہ جان کی خوب خاطر داریاں ہوتی تھیں۔ خوب میٹھے میٹھے اور چٹ پٹے سالن

© NCERT not to be republished

کھلائے جاتے تھے مگر رجسٹری کی مہر پڑتے ہی ان خاطر داریوں پر مہر ہوگئی۔ جمّن کی اہلیہ بی فہیمن نے روٹیوں کے ساتھ کچھ تیز تیکھی باتوں کے سالن دینے بھی شروع کیے اور رفتہ رفتہ سالن کی مقدار روٹیوں سے بڑھنے لگی۔ بڑھیا عاقبت کے بوریے بٹورے گی کیا؟ دو تین بیگھے اوسر کیا دے دیا ہے گویا مول لے لیا ہے۔ بگھاری دال بغیر روٹیاں نہیں اترتیں، جتنا روپیہ اس کے پیٹ میں جھونک چکے، اس سے تو اب تک کئی گاؤں مول لے لیتے۔ کچھ دنوں تک خالہ جان نے سنا اور ضبط کیا مگر جب برداشت نہ ہوا تو جمّن سے شکایت کی۔ جمّن صلح پسند آدمی تھے۔ 'مقامی' کارکن کے انتظام میں مداخلت کرنا مناسب نہ سمجھا۔ کچھ دن اور یوں ہی رو دھو کر کام چلا۔ آخر ایک روز خالہ جان نے جمّن سے کہا: ''بیٹا! تمھارے ساتھ میرا نباہ نہ ہوگا، تم مجھے روپے دے دیا کرو، میں اپنا الگ پکا لوں گی۔''

جمّن نے بے اعتنائی سے جواب دیا: ''روپیہ کیا یہاں پھلتا ہے۔''

خالہ جان نے بگڑ کر کہا: ''تو مجھے کچھ نان نمک چاہیے یا نہیں؟''

جمّن نے مظلومانہ انداز سے جواب دیا: ''چاہیے کیوں نہیں میرا خون چوس لو! کوئی یہ تھوڑے ہی سمجھتا تھا کہ تم خواجہ خضر کی حیات لے کر آئی ہو۔''

خالہ جان اپنے مرنے کی بات نہیں سن سکتی تھیں۔ جامے سے باہر ہو کر پنچایت کی دھمکی دی۔ جمّن ہنسے، وہ فاتحانہ ہنسی جو شکاری کے لبوں پر ہرن کو جال کی طرف جاتے ہوئے دیکھ کر نظر آتی ہے۔ کہا: ''ہاں ضرور پنچایت کرو، فیصلہ ہو جائے، مجھے بھی رات دن کا وبال پسند نہیں۔''

پنچایت کی صدا کس کے حق میں اٹھے گی، اس کے متعلق شیخ جمّن کو اندیشہ نہیں تھا۔ قرب وجوار میں ایسا کون تھا جو ان کا شرمندۂ منّت نہ ہو؟ کون تھا جو ان کی دشمنی کو حقیر سمجھے؟ کس میں اتنی جرأت تھی جو ان کے سامنے کھڑا ہو سکے۔ آسمان کے فرشتے تو پنچایت کرنے آئیں گے نہیں! مریض نے آپ ہی دوا طلب کی۔

اس کے بعد کئی دن تک بوڑھی خالہ لکڑی لیے آس پاس کے گاؤں کے چکر لگاتی رہیں۔ کمر جھک کر کمان ہو گئی تھی۔ ایک قدم چلنا مشکل تھا مگر بات آ پڑی تھی اس کا تصفیہ ضروری تھا۔ شیخ جمّن کو اپنی طاقت، رسوخ اور منطق پر کامل اعتماد تھا، وہ کسی کے سامنے فریاد کرنے نہیں گئے۔

بوڑھی خالہ نے اپنی دانست میں تو گریہ وزاری کرنے میں کوئی کسر نہیں رکھی مگر خوبیٔ تقدیر کوئی اس طرف مائل نہ ہوا، کسی نے تو یوں ہی ہاں ہوں کر کے ٹال دیا، کسی نے زخم پر نمک چھڑک دیا: ''ذرا اس

© NCERT not to be republished

ہوس کو دیکھو! قبر میں پیر لٹکائے ہوئے ہیں، آج مریں کل دوسرا دن ہو اگر صبر نہیں ہوتا۔ پوچھو اب تمھیں گھر بار، جگہ زمین سے کیا سروکار۔ ایک لقمہ کھاؤ ٹھنڈا پانی پیو اور مالک کی یاد کرو۔" سب سے بڑی تعداد ستم ظریفوں کی تھی۔ خمیدہ کمر پوپلا منہ، سن کے سے بال اور ثقلِ سماعت۔ جب اتنے تفریح کے سامان موجود ہوں تو ہنسی کا آنا ایک قدرتی امر ہے۔ غرض ایسے دردرس، انصاف پرور آدمیوں کی تعداد بہت کم تھی، جنھوں نے خالہ جان کی فریاد کو غور سے سنا ہو اور اس کی تشفی کی ہو۔ چاروں طرف سے گھوم گھام کر بڑھیا الگو چودھری کے پاس آئی، لاٹھی پٹک دی اور دم لے کر کہا: "بیٹا تم بھی چھن بھر کو میری پنچایت میں چلے آنا۔" الگو بے رخی سے بولا: "مجھے بلا کر کیا کرو گی، کئی گاؤں کے آدمی تو آئیں گے ہی۔"

خالہ نے ہانپ کر کہا: "اپنی فریاد تو سب کے کانوں میں ڈال آئی ہوں۔ آنے نہ آنے کا حال اللہ جانے؟ ہمارے سیّد سالار گائے گُہار سن کر پیڑھی سے اٹھ آئے تھے، کیا میرا رونا کوئی نہ سنے گا؟"

الگو نے جواب دیا: ''یوں آنے کو میں آجاؤں گا مگر پنچایت میں منھ نہ کھولوں گا۔''

خالہ نے حیرت سے پوچھا: ''کیوں بیٹا؟''

الگو نے پیچھا چھڑانے کے لیے کہا: ''اب اس کا کیا جواب؟ اپنی اپنی طبیعت، جُمّن میرے پرانے دوست ہیں، اس سے بگاڑ نہیں سکتا۔''

خالہ نے تاک کر نشانہ مارا: ''بیٹا کیا بگاڑ کے ڈر سے ایمان کی بات نہ کہو گے؟''

ہمارے سوئے ہوئے ایمان کی ساری جتھا چوری سے لٹ جائے، اسے خبر نہیں ہوتی مگر کھلی ہوئی للکار سن کر وہ چونک پڑتا ہے اور ہوشیار ہو جاتا ہے۔ الگو چودھری اس سوال کا جواب نہ دے سکے۔ کیا وہ ''نہیں'' کہنے کی جرأت کر سکتے تھے؟

شام کو ایک پیڑ کے نیچے پنچایت بیٹھی۔ ٹاٹ بچھا ہوا تھا۔ شیخ جمّن کی مہمان نوازی تھی۔ وہ الگو چودھری کے پاس ذرا دور بیٹھے ہوئے تھے، جب کوئی آتا تھا ایک دبی ہوئی سلام علیک سے اس کا خیر مقدم کرتے تھے، مگر تعجب تھا کہ بااثر آدمیوں میں صرف وہی لوگ نظر آتے تھے، جنھیں ان کی رضاجوئی کی کوئی پروا نہیں ہو سکتی تھی۔ کتنے مجلس کو دعوتِ احباب سمجھ کر جھنڈ کے جھنڈ جمع ہو گئے تھے۔

جب پنچایت پوری بیٹھ گئی تو بوڑھی بی نے حاضرین کو مخاطب کر کے کہا:

''پنچو! آج تین سال ہوئے میں نے اپنی سب جائیداد اپنے بھانجے جمّن کے نام لکھوا دی تھی، اِسے آپ لوگ جانتے ہی ہوں گے۔ جُمّن نے مجھے تاحین حیات روٹی کپڑا دینے کا وعدہ کیا تھا۔ سال چھ مہینے تو میں نے اس کے ساتھ کسی طرح رو دھو کر کاٹے مگر اب مجھ سے رات دن کا رونا نہیں سہا جاتا، مجھے پیٹ کی روٹیاں تک نہیں ملتیں، بے کس بیوہ ہوں، تھانہ کچہری کر نہیں سکتی۔ سوائے تم لوگوں کے اور کس سے اپنا دکھ درد روؤں۔ تم لوگ جو راہ نکال دو اس راہ پر چلوں، اگر میری بُرائی دیکھو میرے منھ پر تھپڑ مارو، جمّن کی برائی دیکھو تو اُسے سمجھاؤ، کیوں ایک بے کس کی آہ لیتا ہے۔''

رام دھن مصر بولے: ''(ان کے کئی اسامیوں کو جمّن نے توڑ لیا تھا) جمّن میاں پنچ کسے بناتے ہو، ابھی سے طے کر لو۔''

جمّن نے حاضرین پر ایک اچٹتی ہوئی نگاہ ڈالی۔ اپنے تئیں مخالفوں کے نرغے میں پایا۔ دلیرانہ انداز سے کہا: ''خالہ جان! جسے چاہیں پنچ بنا لیں، مجھے کوئی عذر نہیں ہے۔''

خالہ نے چلّا کر کہا: ”ارے اللہ کے بندے تو پنچوں کے نام کیوں نہیں بتا دیتا؟“

جمّن نے بڑھیا کو غضب ناک نگاہوں سے دیکھ کر کہا: ”اب اس وقت میری زبان نہ کھلواؤ، جسے چاہو پنچ بنا دو۔“

خالہ نے جمّن کے اعتراض کو تاڑ لیا، بولیں: ”بیٹا۔ خدا سے ڈر۔ میرے لیے کوئی اپنا ایمان نہ بیچے۔ اتنے بھلے آدمیوں میں کیا سب تیرے دشمن ہی ہیں؟ اور سب کو جانے دو، الگو چودھری کو تو مانے گا؟“

جمّن فرطِ مسّرت سے باغ باغ ہو گئے مگر ضبط کر کے بولے: ”الگو چودھری ہی سہی، میرے لیے جیسے رام دھن مصر، ویسے الگو، کوئی میرا دشمن نہیں ہے۔“ الگو بغلیں جھانکنے لگے، اس جھمیلے میں نہیں پھنسنا چاہتے تھے، معترضانہ انداز سے کہا: ”بوڑھی اماں! تم جانتی ہو کہ میری اور جمّن کی گاڑھی دوستی ہے۔“ خالہ نے جواب دیا: ”بیٹا دوستی کے لیے کوئی اپنا ایمان نہیں کھوتا، پنچ کا حکم اللہ کا حکم ہے، پنچ کے منھ سے جو بات نکلتی ہے وہ اللہ کی طرف سے نکلتی ہے۔“

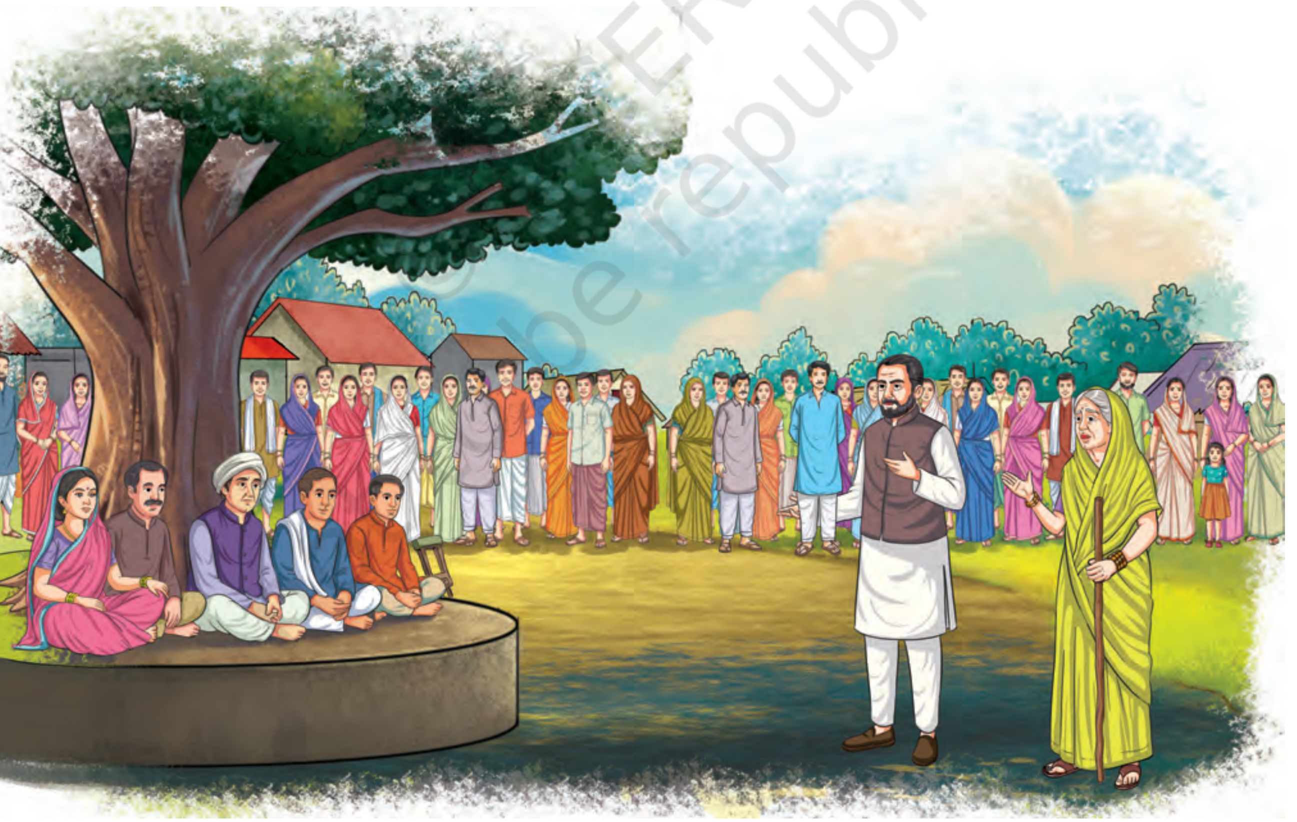

الگو کو کوئی چارہ نہ رہا، سرپنچ بنے۔ رام دھن مصر دل میں بڑھیا کو کوسنے لگے۔ الگو چودھری نے فرمایا:
''شیخ جمّن، ہم اور تم پرانے دوست ہیں، جب ضرورت پڑی ہے تم نے ہماری مدد کی ہے اور ہم سے بھی جو کچھ بن پڑا ہے، تمھاری خدمت کرتے آئے ہیں مگر اس وقت نہ تم ہمارے دوست ہو، نہ ہم تمھارے دوست۔ یہ انصاف اور ایمان کا معاملہ ہے۔'' خالہ جان نے پنچوں سے اپنا حال کہہ سنایا۔ ''تم کو بھی جو کچھ کہنا ہو کہو۔''

جمّن ایک شانِ فضیلت سے اٹھ کھڑے ہوئے اور بولے: ''پنچو!، میں خالہ جان کو اپنی ماں کے بجائے سمجھتا ہوں اور ان کی خدمت میں کوئی کسر نہیں رکھتا۔ ہاں! عورتوں میں ذرا اَن بَن رہتی ہے۔ اس میں، میں مجبور ہوں مگر ماہوار روپیہ دینا میرے قابو سے باہر ہے۔ کھیتوں کی جو حالت ہے وہ کسی سے چھپی نہیں۔ آگے پنچوں کا حکم سر اور ماتھے پر ہے۔''

الگو چودھری کو آئے دن عدالت سے سابقہ رہتا تھا، قانونی آدمی تھے۔ جمّن سے جرح کرنے لگے۔ ایک ایک سوال جمّن کے دل پر ہتھوڑے کی ضرب کی طرح لگتا تھا۔ رام دھن مصر اور ان کے رفیق سر ہلا ہلا کر ان سوالوں کی داد دیتے تھے۔ جُمّن حیرت میں تھے کہ الگو کو کیا ہو گیا ہے۔ ابھی تو یہ میرے ساتھ بیٹھا کیسے مزے مزے کی باتیں کر رہا تھا، اتنی ہی دیر میں ایسی کایا پلٹ ہو گئی کہ میری جڑ کھودنے پر آمادہ ہے۔ اچھی دوستی نباہی! اس سے اچھے تو رام دھن ہی تھے۔ وہ یہ تو جانتے کہ کون کون سے کھیت کتنے پر اُٹھتے ہیں اور کیا نکاسی ہوتی ہے۔ ظالم نے بنا بنایا کھیل بگاڑ دیا۔

جرح ختم ہونے کے بعد الگو نے فیصلہ سنایا۔ لہجہ نہایت متین اور تحکمانہ تھا:
''شیخ جمّن! پنچوں نے اس معاملہ پر اچھی طرح غور کیا۔ زیادتی سراسر تمھاری ہے۔ کھیتوں سے معقول نفع ہوتا ہے، تمھیں چاہیے کہ خالہ جان کے ماہوار گزارے کا بندوبست کر دو، اس کے سوائے اور کوئی صورت نہیں، اگر تمھیں یہ منظور نہیں تو ہبہ نامہ منسوخ ہو جائے گا۔''

جمّن نے فیصلہ سنا اور سنّاٹے میں آ گئے۔ احباب سے کہنے لگے: ''بھئی اس زمانہ میں یہی دوستی ہے کہ جو اپنے اوپر بھروسہ کرے، اس کی گردن پر چھُری پھیری جائے، اسی کو نیرنگیِ روزگار کہتے ہیں، اگر لوگ ایسے دغاباز گندم نما جو فروش نہ ہوتے تو ملک پر یہ آفتیں کیوں آتیں، یہ ہیضہ اور پلیگ انھی مکّاریوں کی سزا ہے۔''

مگر رام دھن مصر اور جگّو سنگھ اس بے لاگ فیصلے کی تعریف میں رطب اللّسان تھے، اس کا نام پنچایت ہے، دودھ کا دودھ پانی کا پانی، دوستی دوستی کی جگہ ہے۔ مقدّم ایمان کا سلامت رکھنا ہے۔ ایسے ہی ستیہ بادیوں سے دنیا قائم ہے ورنہ کب کی جہنم میں مل جاتی۔

اس فیصلہ نے الگو اور جمّن کی دوستی کی جڑیں ہلا دیں۔ تناور درخت حق کا ایک جھونکا بھی نہ سہہ سکا۔ وہ اب بھی ملتے تھے مگر تیر و سپر کی طرح۔ جمّن کے دل سے دوست کی غدّاری کا خیال دور نہ ہوتا تھا اور انتقام کی خواہش چین نہ لینے دیتی تھی۔

خوش قسمتی سے موقع بھی جلدی مل گیا۔ پچھلے سال الگو بٹیسر کے میلے سے بیلوں کی ایک اچھی گوئیں مول لائے تھے۔ پچھائیں نسل کے خوب صورت بیل تھے۔ مہینوں تک قرب وجوار کے لوگ انھیں دیکھنے آتے رہے۔

اس پنچایت کے ایک مہینہ بعد ایک بیل مر گیا۔ جمّن نے اپنے دوستوں سے کہا: ''یہ دغابازی کی سزا ہے۔ انسان صبر کر جائے، مگر خدا نیک و بد دیکھتا ہے۔'' الگو کو اندیشہ ہوا کہ جمّن نے اسے زہر دلوا دیا ہے۔ اس کے برعکس چودھرائن کو خیال تھا کہ اس پر کچھ کرادیا گیا ہے۔ چودھرائن اور فہیمن میں ایک دن زور شور سے ٹھنی۔ دونوں خاتونوں نے روانیِ بیان کی ندی بہادی۔ تشبیہات اور استعاروں میں باتیں ہوئیں۔ بارے جمّن نے آگ بجھائی۔ بیوی کو ڈانٹا اور رزم گاہ سے ہٹا لے گئے۔ اِدھر الگو چودھری نے اپنے ڈنڈے سے چودھرائن کی شیریں کلامیوں کی داد دی۔

اب ایک بیل کس کام کا۔ اس کا جوڑا بہت ڈھونڈا مگر نہ ملا۔ ناچار اسے بیچ ڈالنے کی صلاح ہوئی۔ گاؤں میں ایک سمجھو سیٹھ تھے۔ وہ یکہ گاڑی ہانکتے تھے۔ گاؤں میں گُڑ گھی بھرتے اور منڈی لے جاتے۔ منڈی سے تیل نمک لاد کر لاتے۔ گاؤں میں بیچتے۔ اس بیل پر ان کی طبیعت لہرائی۔ سوچا اسے لے لوں تو دن میں بلا کسی منت کے تین کھیوے ہوں۔ نہیں تو ایک ہی کے لالے رہتے ہیں۔ بیل دیکھا۔ گاڑی میں دوڑایا۔ بال بھونری کی پہچان کرائی۔ مول بھاؤ کیا اور اپنے دروازے پر لاکر باندھ دیا۔ دام کے لیے ایک مہینہ کا وعدہ ہوا۔ چودھری بھی غرض مند تھے، گھاٹے کی کچھ پروا نہ کی۔

سمجھو نے نیا بیل پایا تو پاؤں پھیلائے۔ دن میں تین تین چار چار کھیوے کرتے۔ نہ چارے کی فکر تھی نہ پانی کی۔ بس کھیووں سے کام تھا۔ منڈی لے گئے۔ وہاں کچھ سوکھا بھس ڈال دیا اور غریب جانور ابھی دم بھی نہ لینے پایا تھا کہ پھر جوت دیا۔ الگو چودھری کے یہاں تھے تو چین کی بنسی بجتی تھی۔ راتب پاتے، صاف پانی، دُھلی ہوئی ارہر، بھوسے کے ساتھ کھلی، کبھی کبھی گھی کا مزہ بھی مل جاتا۔ شام سویرے ایک آدمی کھریرے کرتا۔ بدن کھجلاتا، جھاڑتا، پونچھتا، سہلاتا، کہاں وہ ناز و نعمت کہاں یہ آٹھوں پہر کی رپٹ۔ مہینہ

بھر میں بیچارے کا کچومر نکل گیا۔ یکّہ کا جوا دیکھتے ہی بے چارے کا ہیاؤ چھوٹ جاتا۔ ایک ایک قدم چلنا دوبھر تھا۔ ہڈیاں نکل آئی تھیں لیکن اصیل جانور۔ ایک دن چوتھے کھیوے میں سیٹھ جی نے دونا بوجھ لادا۔ دن بھر کا تھکا جانور، پیر مشکل سے اٹھتے تھے۔ بیل جگر توڑ کر چلا۔ کچھ دور دوڑا۔ چاہا کہ ذرا دم لے ادھر سیٹھ جی کو جلد گھر پہنچنے کی فکر۔ بیل نے ایک بار پھر زور لگایا مگر طاقت نے پھر جواب دے دیا، زمین پر گر پڑا اور ایسا گرا کہ پھر نہ اٹھا۔ سیٹھ کو کچھ اندیشہ ہوا، غور سے دیکھا، بیل کو کھول کر الگ کیا اور سوچنے لگے کہ گاڑی گھر کیوں کر پہنچے۔ بہت چیخے اور چلّائے مگر دیہات کا راستہ بچّوں کی آنکھ ہے، سرِ شام بند، کوئی نظر نہ آیا۔ قریب کوئی گاؤں بھی نہ تھا۔ مارے غصّہ کے بولا تجھے مرنا تھا تو گھر پر مرتا۔ تو نے آدھے راستہ میں دانت نکال دیے۔

اب گاڑی کون کھینچے گا؟ اس طرح خوب جلے بھنے۔ کئی بورے گڑ اور کئی کنستر گھی کے بیچے تھے، دو ڈھائی سو روپے کمر میں بندھے ہوئے تھے۔ گاڑی پر کئی بورے نمک کے تھے۔ چھوڑ کر جا بھی نہ سکتے تھے۔ گاڑی پر لیٹ گئے۔ وہیں رت جگا کرنے کی ٹھان لی اور آدھی رات تک دل کو بہلاتے رہے۔ آگ جلائی، تاپا۔ اپنی دانست میں تو وہ جاگتے ہی رہے۔ مگر جب پو پھٹی چونکے اور کمر پر ہاتھ رکھا تو تھیلی ندارد۔ کلیجہ سن سے ہو گیا، کمر ٹٹولی تھیلی کا پتہ نہ تھا گھبرا کر اِدھر اُدھر دیکھا۔ کئی کنستر تیل کے بھی غائب تھے۔ سر پیٹ لیا، پچھاڑیں کھانے لگے۔ صبح کو بہ ہزار خرابی گھر پہنچے۔

سیٹھانی جی نے یہ المناک حادثہ سنا تو چھاتی پیٹ لی۔

اس واقعے کو کئی ماہ گزر گئے۔ الگو جب اپنے بیل کی قیمت مانگنے جاتے تو سیٹھ اور سیٹھانی دونوں جھلّائے ہوئے کتّوں کی طرح چڑھ بیٹھتے۔ یہاں تو سارے جنم کی کمائی مٹّی میں مل گئی، فقیر ہو گئے۔ انھیں دام کی پڑی ہے۔ مردہ منحوس بیل دیا تھا، اس پر دام مانگتے ہیں۔ آنکھ میں دھول جھونک دی۔ مرا ہوا بیل گلے باندھ دیا۔ نرا پونگا ہی سمجھ لیا ہے۔ کسی گڈھے میں منھ دھو آؤ تب دام لینا۔ صبر نہ ہوتا ہو تو ہمارا بیل کھول لے جاؤ مہینے کے بدلے دو مہینے جوت لو اور کیا لو گے؟ اس فیاضانہ فیصلے کے قدر دان حضرات کی بھی کمی نہ تھی۔ اس طرح جھڑپ سن کر چودھری لوٹ آتے مگر ڈیڑھ سو روپے سے اس طرح ہاتھ دھو لینا آسان کام نہ تھا۔

ایک بار وہ بھی بگڑے، سیٹھ جی گرم ہو پڑے۔ سیٹھانی جی جذبہ کے مارے گھر سے نکل پڑیں۔ سوال و جواب ہونے لگے۔ خوب مباحثہ ہوا، مجادلہ کی نوبت آپہنچی۔ سیٹھ جی نے گھر میں گھس کر کواڑ بند کر لیے۔ گاؤں کے کئی معزز آدمی جمع ہو گئے۔ دونوں فریقوں کو سمجھایا۔ سیٹھ جی کو دلاسا دے کر گھر سے نکالا اور صلاح دی کہ اس طرح آپس میں سر پھٹوّل سے کام نہ چلے گا۔ اس سے کیا فائدہ پنچایت کر لو جو کچھ طے ہو جائے اسے مان جاؤ۔ سیٹھ جی راضی ہو گئے۔ الگو نے بھی حامی بھری فیصلہ ہو گیا۔

پنچایت کی تیاریاں ہونے لگیں۔ دونوں فریقوں نے غول بندیاں شروع کیں۔ تیسرے دن اسی سایہ دار درخت کے نیچے پھر پنچایت بیٹھی۔

پنچایت پوری آبیٹھی، تورام دھن مصر بولے:"اب کیوں دیر کی جائے۔ بولو چودھری، کن کن آدمیوں کو پنچ بدتے ہو؟"

الگو نے منکسرانہ انداز سے جواب دیا: "سمجھو سیٹھ ہی چن لیں۔" سیٹھ جی کھڑے ہو گئے اور کڑک کر بولے: "میری طرف سے شیخ جمّن کا نام لکھ لو۔"

الگو نے پہلا نام جمّن کا سنا تو کلیجہ دھک سے ہو گیا۔ گویا کسی نے اچانک تھپڑ مار دیا ہو۔ رام دھن مصر الگو کے دوست تھے۔ تہہ پر پہنچ گئے بولے: "چودھری تم کو کوئی عذر تو نہیں ہے۔"

چودھری نے مایوسانہ انداز سے جواب دیا: "نہیں مجھے کوئی عذر نہیں ہے۔"

اس کے بعد چار نام اور تجویز کیے گئے۔ الگو پہلا چر کا کھاکر ہوشیار ہو گئے تھے خوب جانچ کر انتخاب کیا۔ صرف سرپنچ کا انتخاب باقی تھا۔ الگو اس فکر میں تھے کہ اس مرحلہ کو کیوں کر طے کروں کہ یکایک سمجھو سیٹھ کے ایک عزیز گودڑ شاہ بولے: "سمجھو بھائی! سرپنچ کسے بناتے ہو؟"

سمجھو کھڑے ہو گئے اور اکڑ کر بولے: "شیخ جمّن کو۔"

رام دھن مصر نے چودھری کی طرف ہمدردانہ انداز سے دیکھ کر پوچھا: "الگو! تمھیں کچھ عذر ہو تو کہو۔"

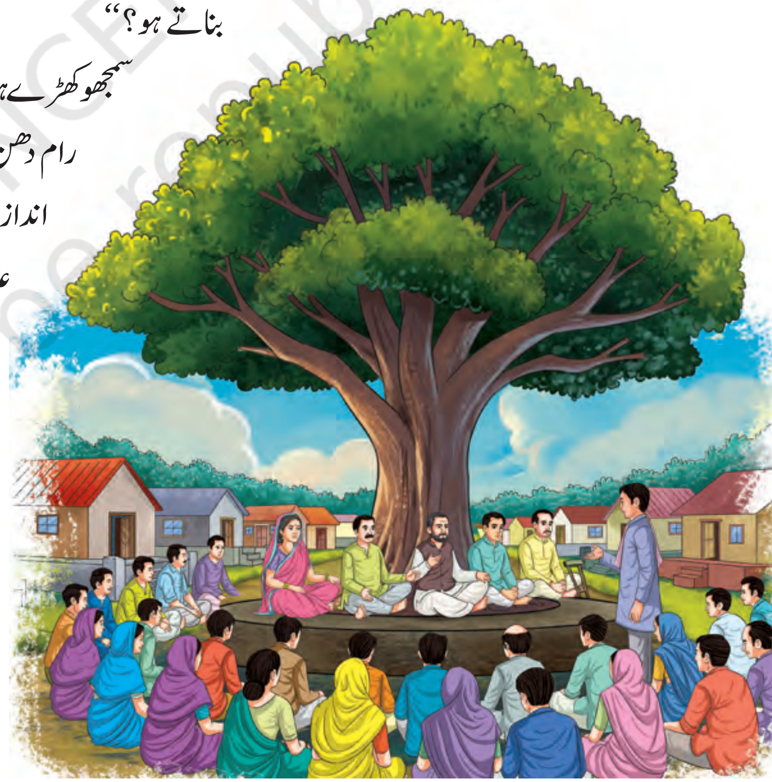

الگو نے قسمت ٹھونک لی، حسرت ناک لہجے میں بولے: "نہیں مجھے عذر کوئی نہیں ہے۔"

اپنی ذمہ داریوں کا احساس اکثر ہماری تنگ ظرفیوں کا زبردست مصلح ہوتا ہے اور گمراہی کے عالم میں معتبر رہنما۔

ایک اخبار نویس اپنے گوشۂ عافیت میں بیٹھا ہوا مجلسِ وزرا کو کتنی بے باکی اور آزادی سے اپنے تازیانۂ قلم کا نشانہ بناتا ہے مگر ایسے مواقع بھی آتے ہیں جب وہ خود مجلسِ وزرا میں شریک ہوتا ہے۔ اس دائرہ میں قدم رکھتے ہی اس کی تحریر میں ایک دل پذیر متانت کا رنگ پیدا ہوتا ہے، یہ ذمّے داری کا احساس ہے۔

ایک نوجوان عالمِ شباب میں کتنا بے فکر ہوتا ہے۔ والدین اسے مایوسانہ نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔ اسے ننگِ خاندان سمجھتے ہیں مگر تھوڑے ہی دنوں میں والدین کا سایہ سر سے اٹھ جانے کے بعد وہی وارفتہ مزاج، ننگِ خاندان کتنا سلامت رو، کتنا محتاط ہو جاتا ہے۔ یہ ذمّے داری کا احساس ہے۔ یہ احساس ہماری نگاہوں کو اور وسیع کر دیتا ہے مگر زبان کو محدود۔ شیخ جمّن کو بھی اپنی عظیم الشّان ذمہ داری کا احساس ہوا۔ اس نے سوچا میں اس وقت انصاف کی مسند پر بیٹھا ہوں۔ میری آواز اس وقت حکمِ خدا ہے اور خدا کے حکم میں میری نیت کو مطلق دخل نہ ہونا چاہیے۔ حق اور راستی سے جَو بھر ٹلنا بھی مجھے دنیا اور دین دونوں ہی میں روسیاہ بنا دے گا۔

پنچایت شروع ہوئی۔ فریقین نے اپنے حالات بیان کیے۔ جرح ہوئی۔ شہادتیں گزریں۔ فریقین کے مددگاروں نے بہت کھینچ تان کی۔ جمّن نے بہت غور سے سنا اور تب فیصلہ سنایا:

''الگو چودھری اور سمجھو سیٹھ پنچوں نے تمھارے معاملہ پر غور کیا۔ سمجھو کو بیل کی پوری قیمت دینا واجب ہے۔ جس وقت بیل ان کے گھر آیا۔ اس کو کوئی بیماری نہ تھی۔ اگر قیمت اسی وقت دے دی گئی ہوتی تو آج سمجھو اسے واپس لینے کا ہرگز تقاضا نہ کرتے۔'' رام دھن مصر نے کہا: ''قیمت کے علاوہ ان سے کچھ تاوان بھی لیا جائے۔ سمجھو نے بیل کو دوڑا دوڑا کر مار ڈالا۔''

جمّن نے کہا: ''اس کا اصل معاملہ سے کوئی تعلق نہیں۔''

گودڑ شاہ نے کہا: ''سمجھو کے ساتھ کچھ رعایت ہونی چاہیے۔ ان کا بہت نقصان ہوا ہے اور اپنے کیے کی سزا مل چکی ہے۔''

جمّن بولے: ''اس کا بھی اصل معاملہ سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ الگو چودھری کی بھل منسی پر منحصر ہے۔'' یہ فیصلہ سنتے ہی الگو چودھری پھولے نہ سمائے اور زور سے ہانک لگائی:

''پنچ پر میشور کی جے...''

آسمان پر تارے نکل آئے تھے۔ اس نعرہ کے ساتھ ان کی صدائے تحسین بھی سنائی دی۔ بہت مدھم گویا سمندر پار سے آئی ہو۔

© NCERT not to be republished

ہر شخص جمّن کے انصاف کی داد دے رہا تھا۔ ”انصاف اس کو کہتے ہیں۔ آدمی کا یہ کام نہیں۔ پنچ میں پرماتما بستے ہیں۔ یہ ان کی مایا ہے۔ پنچ کے سامنے کھوٹے کو کھرا بنانا مشکل ہے۔“ گھنٹہ بھر کے بعد جمّن شیخ الگو کے پاس آئے اور ان کے گلے سے لپٹ کر بولے۔

”بھیّا! جب سے تم نے میری پنچایت کی ہے میں دل سے تمھارا جانی دشمن تھا مگر آج مجھے معلوم ہوا کہ پنچایت کی مسند پر بیٹھ کر نہ کوئی کسی کا دوست ہوتا ہے نہ دشمن۔ انصاف کے سوا اور اسے کچھ نہیں سوجھتا۔ یہ بھی خدا کی شان ہے۔ آج مجھے یقین آ گیا کہ پنچ کا حکم اللہ کا حکم ہے۔“

الگو رونے لگے۔ دل صاف ہو گئے۔ دوستی کا مرجھایا ہوا درخت پھر سے ہرا ہو گیا۔ اب وہ بالو کی زمین پر نہیں حق اور انصاف کی زمین پر کھڑے تھے۔

— منشی پریم چند

لفظ و معنی

ہم مشرب	ایک عقیدہ کے لوگ
ہم نوالہ و ہم پیالہ	ایک ساتھ کھانے پینے والے
ہم خیال	ایک جیسی سوچ یا فکر رکھنے والے
زانوئے ادب تہہ کرنا	شاگردی اختیار کرنا، حلقۂ دَرس میں بیٹھنا
وعدے وعید	ٹال مٹول کرنا
ہبہ نامہ	وہ کاغذ یا دستاویز جس میں کسی چیز کو بخشنے کا اقرار لکھا جائے
عاقبت کے بوریے بٹورنا (کہاوت)	لمبی مدت تک جینا
اُوسر	بنجر زمین جس میں کچھ پیدا نہ ہوتا ہو
شرمندۂ مِنّت	احسان مند، ممنون
رسوخ	رسائی
منطق	عقلی دلیل
دانست	سمجھ، فہم
خمیدہ	ٹیڑھا، جھکا ہوا
ثقلِ سماعت	سننے میں زحمت، بہرا پن
رضا جوئی	مرضی، اجازت
تاحینِ حیات	زندگی بھر، جیتے جی
سپر	ڈھال، پناہ
رزم گاہ	میدانِ جنگ
کھیوہ	چکر، پھیرا
تنگ ظرفی	اوچھی حرکت، کم ظرفی
وارفتہ	آپے سے باہر ہونا، بے قابو ہونا

© NCERT not to be republished

غور کیجیے

- منشی پریم چند نے بیشتر افسانوں میں دیہی معاشرت اور پسماندہ طبقاتی زندگی کے مسائل کو موضوع بنایا ہے۔ 'پنچایت' میں بھی گاؤں کی زندگی، وہاں کے لوگ اور ان کے اخلاقی اور سماجی شعور کو بڑی سادگی سے پیش کیا گیا ہے۔ افسانے کا اسلوب بیانیہ ہونے کے ساتھ ساتھ مکالماتی بھی ہے۔
- کہانی کا تانا بانا جمّن شیخ اور الگو چودھری کی دوستی کے ارد گرد بُنا گیا ہے۔ دونوں گہرے دوست ہیں لیکن ایک دوسرے کے معاملے میں سرپنچ کی حیثیت سے فیصلہ سناتے وقت دوستی کی جگہ انصاف کو اوّلیت دیتے ہیں۔
- سبق میں لفظ 'اُوسر' استعمال ہوا ہے۔ اُوسر اُس زمین کو کہتے ہیں جو اپنی زرخیزی کھو دیتی ہے۔ اس میں فصلیں اچھی طرح نہیں اُگتیں۔ قابل کاشت بنانے کے لیے اُوسر زمین میں چونا اور نامیاتی کھاد اور گوبر وغیرہ ڈالا جاتا ہے۔ اس سے زمین قابلِ کاشت ہو جاتی ہے۔
- 'حینِ حیات' کے معنی ہیں 'زندگی بھر' یا 'زندگی رہنے تک'۔ افسانے میں 'حینِ حیات' کی جگہ 'تا حینِ حیات' استعمال ہوا ہے جس کے معنًا بھی 'زندگی بھر' کے ہیں۔

سوچیے اور بتائیے

i. جمن کو پنچایت کے فیصلے سے متعلق کوئی اندیشہ کیوں نہیں تھا؟
ii. اگر اُس دن خالہ کے ساتھ انصاف نہ ہوتا تو کیا صورتِ حال ہوتی؟
iii. خالہ نے کیوں کہا: 'تھانہ کچہری کر نہیں سکتی۔'
iv. الگو اور جمّن کی دوستی کی بنیادیں کس وجہ سے ہل گئیں؟
v. الگو کو کیوں محسوس ہو رہا تھا کہ اُس کے حق میں فیصلہ نہیں ہوگا؟

© NCERT not to be republished

عبارت کی تفہیم

- نیچے دی گئی سطروں کو سبق میں تلاش کیجیے اور ان کا مفہوم اپنی زبان میں لکھیے:

i. رجسٹری کی مہر پڑتے ہی ان خاطر داریوں پر مہر ہو گئی۔

ii. مجھے بھی رات دن کا وبال پسند نہیں۔

iii. کہاں وہ ناز و نعمت، کہاں یہ آٹھوں پہر کی رپٹ۔

iv. جرح ہوئی، شہادتیں گزریں، فریقین کے مددگاروں نے بہت کھینچ تان کی۔

v. دوستی کا مرجھایا ہوا درخت پھر سے ہرا ہو گیا۔ اب وہ بالو کی زمین پر نہیں، حق اور انصاف کی زمین پر کھڑے تھے۔

پڑھیے، سمجھیے اور لکھیے

- نیچے دیے گئے جملے پر غور کیجیے:

خالہ نے تاک کر نشانہ مارا: ''بیٹا کیا بگاڑ کے ڈر سے ایمان کی بات نہ کہو گے؟''

اس جملے میں طنز کا پہلو شامل ہے۔ ایسا جملہ جو وضاحت یا طنز کے لیے لکھا یا بولا جاتا ہے، اسے 'طنزیہ جملہ' کہتے ہیں۔ اپنے ہم جماعتوں کے ساتھ گفتگو کیجیے اور پانچ جملے معلوم کر کے لکھیے جن میں طنز کا پہلو شامل ہو:

i. ______

ii. ______

iii. ______

iv. ______

v. ______

© NCERT not to be republished

• آپ پڑھ چکے ہیں کہ جملے کے دو حصے ہوتے ہیں ایک 'مبتدا' اور دوسرا 'خبر'۔ مثال کے طور پر "تناور درخت حق کا ایک جھونکا بھی نہ سہہ سکا۔"

اس جملے میں درخت مبتدا ہے۔ اس کی وضاحت کے لیے 'تناور' کا اضافہ کیا گیا ہے۔ جو لفظ درخت کی توسیع ہے۔ جب مبتدا کی مزید وضاحت کے لیے کوئی لفظ آئے تو اس کو 'توسیعِ مبتدا' کہتے ہیں۔ سبق سے ایسے جملے تلاش کر کے لکھیے جن میں توسیعِ مبتدا کے الفاظ شامل ہوں:

i. ____________________

ii. ____________________

iii. ____________________

iv. ____________________

v. ____________________

• دیے گئے جملوں پر غور کیجیے:

"سبز باغ دکھا کر خالہ امّاں سے وہ ملکیت اپنے نام کرا لی تھی۔"

"اتنی ہی دیر میں ایسی کایا پلٹ ہو گئی کہ میری جڑ کھودنے پر آمادہ ہے۔"

سبز باغ دکھانا، کایا پلٹ ہو جانا اور جڑ کھودنا محاورے ہیں۔ ایسے ہی کچھ اور محاورے اس افسانے میں استعمال ہوئے ہیں۔ ان محاوروں کو تلاش کیجیے، ان کے مفہوم لکھیے اور جملوں میں استعمال کیجیے:

i. ____________________

ii. ____________________

iii. ____________________

iv. ____________________

v. ____________________

• مندرجہ ذیل اقتباس کو پڑھیے اور دیے گئے سوالوں کے جواب لکھیے:

’’پنچو! آج تین سال ہوئے میں نے اپنی سب جائیداد اپنے بھانجے جمّن کے نام لکھوا دی تھی اسے آپ لوگ جانتے ہی ہوں گے۔ جُمّن نے مجھے تاحین حیات روٹی، کپڑا دینے کا وعدہ کیا تھا۔سال چھ مہینے تو میں نے اس کے ساتھ کسی طرح رو دھو کر کاٹے مگر اب مجھ سے رات دن کا رونا نہیں سہا جاتا، مجھے پیٹ کی روٹیاں تک نہیں ملتیں۔ بے کس بیوہ ہوں۔ تھانہ کچہری کر نہیں سکتی سوائے تم لوگوں کے اور کس سے اپنا دکھ درد روؤں۔تم لوگ جو راہ نکال دو اس راہ پر چلوں، اگر میری بُرائی دیکھو میرے منھ پر تھپڑ مارو، جمّن کی برائی دیکھو تو اُسے سمجھاؤ۔کیوں ایک بے کس کی آہ لیتا ہے۔‘‘

.i ’’تاحینِ حیات روٹی کپڑا دینے کا وعدہ‘‘ سے کیا مراد ہے؟

.ii ’’کیوں ایک بے کس کی آہ لیتا ہے۔‘‘ خالہ نے یہ کیوں کہا؟

.iii ’’اگر میری برائی دیکھو میرے منھ پر تھپڑ مارو، جمّن کی برائی دیکھو تو اُسے سمجھاؤ‘‘ کا مفہوم اپنی زبان میں لکھیے۔

.iv اس عبارت کا عنوان تجویز کیجیے۔ یہ بھی بتائیے کہ آپ نے یہی عنوان کیوں منتخب کیا؟

تجزیہ کیجیے

• آپ جانتے ہیں دو یا دو سے زائد افراد کے درمیان ہونے والی گفتگو کو ’مکالمہ‘ کہتے ہیں۔مکالمہ لکھتے وقت مناسب رموزِ اوقاف کی مدد لی جاتی ہے تاکہ گفتگو اچھی طرح سمجھ میں آجائے۔ نیچے دیے گئے مکالموں کو پڑھیے اور انھیں ادا کرنے والے کرداروں کی خوبیوں کا تجزیہ کیجیے:

© NCERT not to be republished

خالہ نے ہانپ کر کہا: ”اپنی فریاد تو سب کے کانوں میں ڈال آئی ہوں، آنے نہ آنے کا حال اللہ جانے؟“

الگو نے جواب دیا: ”یوں آنے کو میں آجاؤں گا مگر پنچایت میں منھ نہ کھولوں گا۔“

خالہ نے حیرت سے پوچھا: ”کیوں بیٹا؟“

الگو نے پیچھا چھڑانے کے لیے کہا: ”اب اس کا کیا جواب۔ اپنی اپنی طبیعت۔ جمن میرے دوست ہیں۔ اس سے بگاڑ نہیں کر سکتا۔“

خالہ نے تاک کر نشانہ مارا: ”بیٹا کیا بگاڑ کے ڈر سے ایمان کی بات نہ کہو گے؟“

گفتگو کیجیے

- نیچے لکھی عبارت کو غور سے پڑھیے:

”مہینہ بھر میں بے چارے بیل کا کچومر نکل گیا۔ یکّہ کا جُوا دیکھتے ہی بے چارے کا ہیاؤ چھوٹ جاتا۔ ایک ایک قدم چلنا دوبھر تھا۔ ہڈیاں نکل آئی تھیں لیکن اصیل جانور۔ ایک دن چوتھے کھیوے میں سیٹھ جی نے دونا بوجھ لادا۔“

سیٹھ نے بیل کے ساتھ ایسا برتاؤ کیوں کیا ہو گا اور کیا یہ سلوک درست تھا؟ اپنے ہم جماعت ساتھیوں کے گروپ میں اس موضوع پر گفتگو کیجیے۔

تخلیقی اظہار

- افسانے میں واقعے کے بیان کی حیثیت بے حد اہم ہے۔ کوئی ایسا واقعہ بیان کیجیے جس نے آپ کو بہت زیادہ متاثر کیا ہو۔ اپنے اس بیانیہ میں پلاٹ، کردار نگاری، منظر نگاری اور وحدتِ عمل پر خاص توجہ دیجیے۔
- مان لیجیے آپ اسکول کی چھٹیوں میں گاؤں گئے ہیں، وہاں آپ اپنے خاندان کے لوگوں سے بجلی نہ

© NCERT not to be republished

آنے سے ہو رہی پریشانی کے بارے میں گفتگو کرتے ہیں۔ آپ کے اور ان کے درمیان ہونے والی گفتگو کو مکالموں کی شکل میں لکھیے:

- کہانی میں ساجھے کی کھیتی کا ذکر آیا ہے۔ ساجھے سے مراد ہے کسی کام میں حصہ داری یا شراکت۔ آپ نے بھی کبھی ساجھے میں کوئی کام کیا ہوگا، اپنے اس کام کی تفصیل لکھیے اور اپنے کمرۂ جماعت میں سنائیے۔
- اپنے اسکول میں بچوں کی پارلیمنٹ (Children Parliament) کے کاموں کا مشاہدہ کیجیے۔ اپنے مشاہدات کو جملوں میں لکھیے۔

پروجیکٹ

- طلبا کے کئی گروپ بنائیے اور سبق میں شامل افسانے کے الگ الگ پہلوؤں پر گفتگو کیجیے۔ ایک گروپ اس افسانے کے پلاٹ، دوسرا کردار نگاری، تیسرا منظر نگاری، جزئیات نگاری اور چوتھا وحدتِ تاثر یا وحدتِ عمل کے حوالے سے گفتگو کرے۔ ہر گروپ اپنے خیالات کمرۂ جماعت میں پیش کرے۔
- اپنے ہم جماعتوں کی مدد سے ایک اشتہار بنائیے جس میں پنچایت کا نام، اس کی تصویر، موجودہ سال کا بجٹ اور خرچ وغیرہ کی تفصیلات بیان کیجیے۔

© NCERT not to be republished

عملی کام

- اپنے استاد اور ساتھیوں کی مدد سے 'پنچایت' سبق کو ڈرامے کی شکل میں پیش کیجیے۔
- لائبریری سے پریم چند کے افسانوں کے مجموعوں کو حاصل کیجیے اور ان کا مطالعہ کیجیے۔

اضافی مطالعہ

- آئین کی دفعہ 40 میں پنچایت کا ذکر کرتے ہوئے یہ کہا گیا ہے کہ ریاست گاؤں کی سطح پر پنچایتوں کو منظم کرنے کے اقدامات کرے گی اور انھیں خود مختار حکومت کے اداروں کے طور پر کام کرنے کے قابل بنائے گی۔ پنچایتی نظام جسے پنچایتی راج بھی کہتے ہیں، ذاتی حکومت کی ایک شکل ہے۔
- پنچایتیں، زمینی سطح پر مقامی مسائل حل کرنے، ترقی کو فروغ دینے کے علاوہ یہ بھی یقینی بناتی ہیں کہ سرکاری منصوبوں اور اسکیموں کے فائدے زمینی سطح پر لوگوں کو پہنچ سکیں۔ شہری علاقوں میں یہ ذمہ داری نگر پالیکا اور میونسپل کارپوریشن کی ہوتی ہے۔ پنچایت اور نگر پالیکا میں کم از کم ایک تہائی (33 فیصد) نشستیں خواتین کے لیے محفوظ ہوتی ہیں۔
- حکومتِ ہند نے پنچایتی راج کی فلاح و بہبود اور بہتر معلومات کے لیے 'میری پنچایت' نام سے ایک 'ایپ' جاری کیا ہے۔ جس کے ذریعے آپ ہندوستان میں موجود پنچایتوں کی تفصیلات حاصل کر سکتے ہیں۔ ذیل میں دیے گئے ویب لنک یا کیو آر کوڈ کی مدد آپ اپنی یا اپنے آس پاس کی پنچایت کے بارے میں معلومات حاصل کر سکتے ہیں:

www.meripanchayat.gov.in

Scan QR Code Android

Scan QR Code IOS

انتظار حسین

1925 – 2016

انتظار حسین کی پیدائش اتر پردیش کے ضلع بلند شہر کے قصبہ ڈِبائی میں ہوئی۔ انھوں نے ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی۔ ہاپوڑ سے ہائی اسکول اور میرٹھ کالج سے اردو میں ایم۔اے کی سند حاصل کی۔ تقسیم کے بعد وہ لاہور چلے گئے اور وہیں اُن کا انتقال ہوا۔ انتظار حسین ممتاز افسانہ نگار اور ناول نگار تھے۔ وہ ایک معروف مضمون نگار بھی تھے۔ ان کے افسانوں میں داستانوی فضا ملتی ہے۔ انھوں نے اساطیری روایات کو بھی عصری تناظر میں پیش کیا ہے۔ قدیم روایات اور لوک کہانیوں کے اثرات، پراسراریت، علامتی انداز، تاریخی و اساطیری کرداروں اور موضوعات کا استعمال ان کے افسانوں کی امتیازی خصوصیات ہیں۔

ان کا پہلا افسانہ 'قیوما کی دکان' اور پہلا افسانوی مجموعہ 'گلی کوچے' تھا۔ اس کے بعد ان کے کئی مجموعے 'کنکری'، 'آخری آدمی'، 'شہرِ افسوس'، 'خیمے سے دور'، 'خالی پنجرہ' اور 'شہر زاد کے نام' وغیرہ کے نام سے شائع ہوئے۔ 'چاند گہن'، 'بستی'، 'دن اور داستان'، 'تذکرہ' اور 'آگے سمندر ہے' ان کے مشہور ناول ہیں۔ انتظار حسین نے کئی کتابوں کے ترجمے بھی کیے۔

حکیم اجمل خاں کی سوانح حیات 'اجملِ اعظم' کے نام سے لکھی۔ ان کے تنقیدی مضامین کا مجموعہ 'علامتوں کا زوال' اور کالموں کا مجموعہ 'ذرّے' کے نام سے شائع ہوئے ہیں۔

افسانہ 'مانوس اجنبی' اُن کے افسانوی مجموعے 'شہر زاد کے نام' میں شامل ہے۔

© NCERT not to be republished

4901CH02

مانوس اجنبی

میرے ارادے کا اس میں ایسا کوئی دخل نہیں تھا، بس محفل خود بہ خود ہی آراستہ ہوتی چلی گئی۔ میں نے اس گھر میں آکر اگر برآمدے میں بیٹھ کر ناشتہ کرنا شروع کیا تھا تو اس کی وجہ صرف اتنی تھی کہ سامنے صحن میں ایک امرود کا درخت کھڑا تھا۔ قریب ہی میں نے ایک کیاری بھی بنائی تھی جس میں مختلف پودے لگائے تھے۔ جب پھول آتے تھے تو یہ پودے بہت بھلے لگتے تھے۔ آنکھوں میں ٹھنڈک اور دل میں طراوت اترتی محسوس ہوتی تھی تو بس مجھے اچھا لگتا تھا کہ صبح کھلی فضا میں بیٹھ کر ناشتہ کروں اور اخبار پڑھوں۔ فطرت سے رشتہ قائم کرنے والے تو خالی ایک پودے کے وسیلے سے بھی رشتہ قائم کر لیتے ہیں اور یہاں تو پودوں کے سوا ایک ہرا بھرا امرود کا پیڑ بھی تھا۔

© NCERT not to be republished

مگر بہت جلد ایسا ہوا کہ میرے ناشتے کے اوقات میں ایک چڑیا نے میرے آس پاس منڈلانا شروع کر دیا۔ میں نے ایک دو دفعہ از راہ مروت توس کے کچھ ریزے میز کے قریب فرش پر بکھیر دیے۔ بس وہ ہل گئی اور مجھ سے بے تکلف ہوتی چلی گئی۔ اس کی دیکھا دیکھی ایک دو اور چڑیوں نے بھی میرے گرد منڈلانا شروع کر دیا۔ میں نے محض ان چڑیوں کی سہولت کی خاطر توس کے ریزے فرش پر ڈالنے کے بجائے امرود کے درخت کے سائے تلے بکھیرنے شروع کر دیے۔ چڑیوں نے واقعی بہت سہولت محسوس کی۔ اب وہ زیادہ اطمینان کے ساتھ توس کے ریزے چگتی نظر آتی تھیں اور اب چڑیوں کی تعداد دیکھ کر میں نے ان کے راشن میں اچھا خاصا اضافہ کر دیا تھا۔ یہ اضافہ مجھے اس لیے بھی کرنا پڑا کہ اب بلبلوں کا ایک جوڑا بھی یہاں آن پہنچا تھا اور چڑیوں کے دانے دنکے میں حصہ دار بن گیا تھا۔

پھر میں نے یہ سوچ کر کہ آخر کھانے کے بعد پانی کی بھی تو طلب ہوتی ہے، درخت تلے ایک کونڈا رکھ دیا جو مستقل پانی سے لبریز رہتا اور اب کسی کسی صبح میں یہ منظر دیکھتا کہ چڑیاں ایک ایک کر کے کونڈے میں غوتے لگا رہی ہیں۔ رفتہ رفتہ مجھے اندازہ ہوا کہ ہفتے عشرے میں ایک دو دن ایسے بھی آتے ہیں جب چڑیاں باجماعت اشنان کرتی ہیں۔ اب کبھی کبھی ایک فاختہ بھی یہاں اتر آتی تھی مگر اسے چڑیوں کے دانے دنکے سے کوئی غرض نہیں تھی۔ وہ تو بس پانی کے ایک دو گھونٹ لیتی، اردگرد پھیلی ہوئی گھاس میں تھوڑی چہل قدمی کرتی اور اُڑ جاتی۔

میں نے سوچا کہ فاختہ شاید توس کے ریزوں اور روٹی کے ٹکڑوں سے مانوس نہیں ہے، باجرہ اگر ہو تو شاید یہ چگنا پسند کرے گی۔ سو میں نے تھوڑے سے باجرے کا اہتمام کیا مگر فاختہ نے باجرے سے بھی بے نیازی برتی۔ اس نے جیسے طے کر لیا تھا کہ یہاں آ کر بس پانی پینا ہے، کھانے دانے میں شرکت نہیں کرنی ہے۔ باجرے کو چڑیوں نے بھی منھ نہیں لگایا۔ وہ روٹی، پراٹھے اور توس کے ریزوں سے اتنی مانوس ہو گئی تھیں کہ اب انھیں باجرہ جیسی روکھی سوکھی غذا بالکل پسند نہیں آتی تھی۔ پھر ایک گُرسل کے جوڑے نے یہ گھر دیکھ لیا۔ عین اس وقت جب میں روٹی کے یا توس کے ریزے بکھیر چکتا وہ دو گُرسلیں اڑتی اڑتی آتیں۔ پہلے منڈیر پر بیٹھ کر گرد و پیش کا جائزہ لیتیں پھر نیچے اتر آتیں۔ ان کی آمد کو شاید چڑیوں نے پسند نہیں کیا۔ ان کے ہوتے ہوئے وہ تھوڑی بے آرامی

محسوس کرتیں لیکن سب سے زیادہ پریشان وہ اس وقت ہوئیں جب ایک گلہری ان کے بیچ آن دھمکی اور ان کے کھانے دانے میں شریکِ غالب بن گئی۔ یہ گلہری ایک صبح اچانک نمودار ہوئی۔ وہ تیزی سے امرود کی شاخوں کے بیچ سے سرسراتی ہوئی تنے کے سہارے نیچے اتری اور فوراً ہی ادھر ادھر دیکھے بغیر کھانے پر منڈھ گئی۔ چڑیوں نے پریشان ہو کر اسے دیکھا اور تتر بتر ہو گئیں۔ خیر یہ اچھا ہوا کہ جس تیزی سے وہ آئی تھی اسی تیزی سے رخصت ہو گئی۔ اس کے جانے پر چڑیوں نے اطمینان کا سانس لیا پھر وہ واپس آئیں اور ریزے چگنے میں مصروف ہو گئیں۔

پھر تو گلہری کو چاٹ لگ گئی۔ اس نے روز آنا شروع کر دیا اور آندھی دھاندی آتی اور کھانے میں جٹ جاتی۔ بیچاری چڑیاں پریشان ہو کر تتر بتر ہو جاتیں۔ مگر گلہری تو ایک بے قرار روح ہے، کسی بھی جگہ خواہ وہ اسے کتنی ہی مرغوب ہو وہ زیادہ دیر تک ٹک نہیں سکتی، طبیعت میں قرار جو نہیں ہے۔ یہ آئی وہ گئی مگر ان چند گھڑیوں میں کیا قیامت مچاتی تھی۔ چڑیوں کی سبھا درہم برہم ہو جاتی تھی۔ اس سبھا کو دو ڈھائی دفعہ ایک کوے نے بھی درہم برہم کیا۔ اس کے جارحانہ رویے سے چڑیاں سہم جاتیں۔ جتنی دیر وہ وہاں رہتا، چڑیوں کو کھانے دانے کے قریب نہیں آنے دیتا تھا۔ مجھے کوے کی یہ جارحانہ روش مطلق پسند نہیں آئی۔ میرا تو جو بھی رشتہ اور تعلق تھا وہ چڑیوں سے تھا، نہ کہ اس کالے کوے سے۔ اس کے آتے ہی میں چھڑی لے کر کھڑا ہو جاتا۔ کوے کو بھاگتے ہی بنتی۔ رفتہ رفتہ اسے احساس ہو گیا کہ اس کے لیے یہاں حالات مطلق سازگار نہیں ہیں۔ پھر اسے یہ بھی نظر آ رہا تھا کہ یہاں تو توس کے، روٹی کے یا پراٹھے کے ریزے ہوتے ہیں، ریزوں کے لیے اس جھنجھٹ میں پڑنے کی کیا ضرورت ہے، سو وہ جلدی یہاں سے کنارہ کر گیا۔

کوے کی حد تک تو میں نے چڑیوں کے جذبات کا پورا احترام کیا۔ اسے یہاں قدم جمانے کا موقع نہیں دیا۔ مگر گلہری کے معاملہ میں یہ رویہ میں اختیار نہیں کر سکتا تھا۔ وہ ایسی ویسی مخلوق تو نہیں ہے۔ گلہری نے سری رام چندر کی آنکھیں دیکھ رکھی ہیں۔ لنکا کی چڑھائی کے سمے ہندوستان اور لنکا کے درمیان جو پل بنا تھا، اس کی تعمیر میں اس نے حصہ لیا ہے۔ بندروں نے اس کے ساتھ جب بدسلوکی کی تو انھیں منھ کی کھانی پڑی۔ رام چندر جی نے اس کی دل جوئی کی۔ اس کی پشت پر جو لہر یا بنا ہوا ہے یہ انھیں کی انگلیوں کے نشان

ہیں۔انھوں نے پیار سے اس کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرا تھا اور جس طرح وہ اکڑوں بیٹھ کر توس کے ریزے پنجوں میں پکڑ کر کھا رہی تھی۔اسے دیکھ کر مجھے خیال آیا کہ اس کے یہاں یہ آدمیت جو آئی ہے وہ بھی رام چندر جی کی صحبت کا فیض ہے۔اس صحبت میں اس نے یہ سیکھا کہ تمیز کی بات یہی ہے کہ جو کھاؤ ہاتھ میں لے کر کھاؤ۔

سو یہ سب باتیں میرے سامنے تھیں۔ بھلا میں کیسے اسے اس طرح دھتکارتا جیسے کوے کو دھتکارا تھا۔

مطلب یہ کہ مجھے چڑیاں بھی عزیز تھیں اور گلہری بھی۔ سو میں ان دونوں کے بیچ غیر جانب دار ہو گیا۔ پھر جیسے چڑیوں نے حالات سے سمجھوتا کر لیا ہو۔اب وہ گلہری کی آمد پر پہلے کی طرح پریشان ہو کر تتر بتر نہیں ہوتی تھیں ،بس تھوڑا سرک جاتی تھیں۔ انھیں اندازہ ہو گیا تھا کہ اسے زیادہ دیر یہاں ٹکنا نہیں ہے اور واقعی اس طرح آئی جیسے وہ کوئی ضروری کام بیچ میں چھوڑ کر آئی ہے اور ضروری کام یہاں انجام دے کر الٹے پیروں چلے جانا ہے۔لپک جھپک آئی، جلدی جلدی تھوڑے ریزے پنجے سے چنے، جلدی جلدی انھیں کھایا اور یہ جا وہ جا۔ شتابی آئی، شتابی گئی۔ چڑیاں جو اس کے آنے پر پرے ہٹ جاتیں دوبارہ آتیں اور چگنے میں منہمک ہو جاتیں۔امرود کے پیڑ میں آخر وہ کون سا کھلکھل تھا جس میں یہ گلہری رہتی تھی، مجھے تو کبھی اس کا پتہ چلا نہیں وہ تو چھلاوا تھی چھلاوا۔ پتوں میں جا کر اس طرح سٹکتی تھی کہ پتہ بھی نہ چلتا تھا کہ گئی کہاں؟

© NCERT not to be republished

ہاں صبح کے اوقات ہی میں کبھی کبھی مجھے اوپر آسمان کی بلندیوں میں ایک ہری لکیر تیزی سے کھنچتی اور گزرتی نظر آتی۔طوطوں کی یہ قطار شور مچاتی تیزی سے گزر جاتی۔ یا اللہ یہ کون سے باغ سے آتے ہیں اور کون سے باغ میں جاکر اتریں گے۔ بلندی میں اڑتے ہوئے پرندے مجھے ہمیشہ کسی دوسری ہی دنیا کی مخلوق نظر آئے۔بس یوں لگتا ہے کہ جیسے وہ کہیں بلندیوں ہی میں رہتے ہیں۔اگر نیچے اترتے بھی ہیں تو کسی دور کی اقلیم میں، کوئی ایسی اقلیم جو زمین پر آسمان کا ٹکڑا ہے، جس کی جھیلیں آسمانی ہیں اور باغ ماورائی شان رکھتے ہیں۔ بلندیوں میں تیزی سے گزرتی چہکتی سبز ڈار کو دیکھتے ہوئے مجھے کبھی یہ دھیان نہیں آیا کہ ہمارے برآمدے میں لٹکے ہوئے پنجرے میں جو ایک طوطا چہکتا رہتا تھا وہ اسی ڈار سے بچھڑا ہوا پرندہ تھا۔اچھا کہا واقعی وہ پرندہ تھا۔ پرندوں والی کون سی بات اس میں رہ گئی تھی۔ پرندوں کو ہم پنجروں اور کابکوں میں بند کر کے اپنے سانچے میں ایسا ڈھالتے ہیں کہ پھر وہ بے چارے پرندے ہی نہیں رہتے۔ جب ہی تو طوطے پنجرے سے نکل بھاگنے والے طوطے کو اپنی ڈار میں شامل نہیں ہونے دیتے۔ مانس گند، مانس گند۔اسے چونچیں مار مار کر گھائل کر دیتے ہیں۔لو میں بہک کر کدھر نکل گیا۔ میں کیا کہہ رہا تھا۔ہاں،وہ جو کبھی کبھار صبح ہی صبح طوطوں کی ڈار چہکتی شور مچاتی تیزی سے بالا ہی بالا گزر جاتی تھی اس کا میری ترسی ہوئی نگاہیں اس وقت تک تعاقب کرتیں ،جب تک وہ آنکھوں سے اوجھل نہ ہو جاتی۔ساتھ ہی اپنی محرومی اور اپنے امرود کی بے چارگی کا احساس سا ہونے لگتا۔ یہ امرودوں کی فصل تھی اور ہمارے آنگن میں کھڑا پیڑ کچے پکے امرودوں سے لدا ہوا تھا مگر صرف گلہری کبھی کبھی امرودوں کو کترتی نظر آتی۔ طوطوں کی کسی ڈار نے اس کو ابھی تک نہیں نوازا تھا اور وہ جو طوطوں کی ڈار بلندیوں پر پرواز کرتی نظر آتی،اس کے متعلق تو میرا یہ گمان تھا کہ پستی میں کھڑا یہ درخت ان کی نظروں میں کیا سمائے گا مگر ایک صبح عجب ہوا، جب میں نہا دھو کر برآمدے میں آکر بیٹھا تو مجھے احساس ہوا کہ امرود کا پیڑ آج روز کی طرح ساکت اور خاموش نہیں ہے۔ جیسے اس کے اندر زندگی کی لہر دوڑی ہوئی ہے۔ میں متجسس اس کے قریب گیا۔ایک دم سے شاخوں کے بیچ سے بہت سے طوطے بھرّا کھا کے اڑے اور شور مچاتے یہ جا وہ جا۔ میں دیکھتا کا دیکھتا رہ گیا۔ خوش بھی ہوا اور تھوڑا افسردہ بھی۔خوش یہ سوچ کر کہ ہمارے امرود کو بھی بالآخر شرفِ قبولیت حاصل ہو گیا۔امرود کا

پیڑ تو اس وقت ہی امرود کا پیڑ مانا جائے گا جب طوطے اس کے وجود کو تسلیم کر لیں۔ افسردہ یہ دیکھ کر ہوا کہ کترے ہوئے کچے پکے امرودوں کا ایک فرش پیڑ تلے بچھا ہوا تھا۔ دم کے دم میں وہ کتنا کچھ برباد کر گئے تھے۔ شرفِ قبولیت کی کتنی بھاری قیمت ادا کرنی پڑی۔

ارے ہاں سِل کھٹیا کو تو میں بھولا ہی جا رہا تھا۔ اچھا ہمارے یہاں تو اسے کھٹیا ہی کہا جاتا تھا۔ ویسے وہ کھٹ بڑھی ہے یا کٹھ پھوڑا۔ اگر ہدہد کہیں تو اس کا مرتبہ اتنا بلند ہو جاتا ہے کہ حضرت سلیمانؑ اور ملکۂ بلقیس کا حوالہ دینا لازم آ جاتا ہے مگر میں اتنا اونچا اڑنا نہیں چاہتا۔ میں تو اس ننھی سی برادری کا ذکر کر رہا ہوں جو ایک وقت میں ہمارے آنگن میں جمع ہو گئی تھی۔ مگر سِل کھٹیا کو اس برادری سے جیسے نفور ہو۔ ایسے وقت میں آ کر اترتی تھی جب چڑیاں، بلبلیں، گرسلیں، گلہری سب چگ کر تتر بتر ہو چکی ہوتیں۔ دوپہر سہ پہر کو میں کبھی برآمدے میں آ نکلتا تو کیا دیکھتا ہوں کہ سِل کھٹیا اکیلی چہل قدمی کر رہی ہے۔ مجھے دیکھا اور پھر سے اڑ گئی۔ لگتا تھا کہ اسے خلوت کچھ زیادہ ہی پسند ہے۔ اتنی کہ کبھی جوڑے کے ساتھ نظر نہیں آئی بس جب بھی دکھائی دی، اکیلی ہی دکھائی دی۔

تو یہ تھی وہ چھوٹی سی برادری جو ایک وقت میں اس آنگن میں اکٹھی ہو گئی تھی۔ چاہیں تو آپ اسے لان کہہ لیں۔ میں نے یہاں ایک کیاری بنائی تھی جس میں کچھ پھول پودے لگا لیے تھے باقی ڈھا کہ والی گھاس بچھا دی تھی اور امرود کا درخت تو خیر تھا ہی۔ تھوڑا کھانے دانے کا بھی میں نے انتظام کر دیا تھا۔ ایک کونڈا پانی کا۔ ارے پرندوں کو اور کیا چاہیے اور چڑیاں تو ایسی ہل گئی تھیں کہ ہر پھر کر یہیں آ جاتی تھیں۔ دانہ دنکا نہ بھی ہوتا تو یہاں چیں چیں کرتی رہتیں۔ ویسے اپنے لیے تھوڑا رزق تو وہ گھاس کے بیچ کرید کر بھی برآمد کر لیتی تھیں۔ باقی پرندوں کا یہ تھا کہ دن کی جس گھڑی میں بھی انھیں پیاس لگتی، دور سے اڑ کر یہاں آن اترتے۔ دو گھونٹ پانی پیا اور پھر اڑ گئے۔

مگر آسمان کو زمین پر زیادہ چہل پہل اچھی نہیں لگتی۔ ویسے سچ پوچھو تو آسمان مفت میں بدنام ہے۔ زمین پر جو بھی فساد برپا ہوتا ہے وہ زیادہ تر خود زمین والے ہی کھڑا کرتے ہیں۔ یہاں بھی یہی ہوا۔ اربابِ شہر کو اچانک خیال آیا کہ آبادی بڑھ گئی ہے اور سڑکوں پر ٹریفک بہت ہو گیا سو سڑکیں چوڑی ہونی چاہئیں۔ جو سڑکیں تنگ نظر آئیں اور وسعت کی طالب دکھائی دیں، ان میں ہماری سڑک بھی تھی۔ لیجیے بل ڈوزر آن

پہنچے۔ بہت سے مزدور پھاوڑوں، کلہاڑیوں، آروں سے مسلح ایسے آئے جیسے انھیں اس علاقہ پر چڑھائی کرنی ہے۔ درخت کٹنے لگے۔ سڑک اُدھڑنے لگی۔ دن بھر پھاوڑا بجتا، کلہاڑیاں چلتیں۔ اونچے اونچے گھنے درخت دم کے دم میں زمیں بوس ہو گئے۔ ایک یہاں گرا، دوسرا وہاں گرا۔ درختوں کے گرنے کا شور الگ۔ کلہاڑیوں اور پھاوڑوں کے چلنے کا شور الگ۔ اوپر سے گرد کا طوفان۔ اس قیامت میں کتنے پرندے گھر سے بے گھر ہو گئے۔ درخت ایک گرتا تھا، اس کے ساتھ کتنے آشیانے اجڑتے تھے۔ پرندے شور مچاتے ہوئے اڑتے، کچھ دیر اسی علاقے میں حواس باختہ چکر لگاتے رہتے۔ پھر دور نکل جاتے۔ اس صورت میں اس علاقہ سے پرندوں کی ہجرت شروع ہو گئی۔ ہمارا آنگن اس قیامت کے اثرات سے کب تک محفوظ رہتا۔ گرد اڑ اڑ کر یہاں بھی آتی تھی۔ ساتھ میں شور بھی۔ ہمارا جو چھوٹا سا سبزہ زار تھا وہ اچھا خاصا ریگ زار بن گیا بلبلیں، گرسلیں، گلہری سب پریشان کہ یہ کیسا آشوب ہے۔ فاختائیں الگ خفا مگر گلہری سب سے نازک مزاج نکلی۔ سب سے پہلے یہاں سے اس نے کنارہ کیا۔ بلبلیں کچھ دن حواس باختہ نظر آئیں۔ پھر وہ بھی نظروں سے اوجھل ہو گئیں۔

فاختہ کا جو جوڑا یہاں وقت بے وقت آن اترتا تھا وہ بھی غائب ہو گیا۔ سل کھٹیا تو پابندی سے آتی ہی نہیں تھی۔ اس لیے نہیں کہا جا سکتا کہ اس نے کب آنا موقوف کیا۔

چڑیوں نے البتہ خاصی ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا۔ وہ کافی دنوں تک اُسی اپنے پرانے دستور کے مطابق چیں چیں کرتی نظر آتیں۔ ریزے چگتیں، پانی کے کونڈے پر تھوڑی دیر منڈلاتیں پھر اڑ جاتیں۔ چڑیوں میں ایسے معاملات میں صبر کا مادہ اس لیے بھی زیادہ ہے کہ وہ تو رہتی ہی ہیں آدمیوں کے درمیان۔ ان کے اچھے برے جو بھی کام ہوتے ہیں وہ ان کی عادی ہو گئی ہیں مگر صبر کی بھی حد ہوتی ہے۔ سڑکوں کی تعمیر کا کام ختم ہونے ہی میں نہیں آرہا تھا، درخت سارے کٹ چکے تھے۔ پھاوڑا رکنے کا نام نہیں لے رہا تھا۔ گرد کے بادل دبیز ہوتے چلے جا رہے تھے۔ رفتہ رفتہ میں نے محسوس کیا کہ اب چڑیاں بھی صبر کا دامن چھوڑ رہی تھیں۔ اب وہ بہت بے چین نظر آتی تھیں۔ ان کی چیں چیں میں جو ایک لہک ہوا کرتی تھی وہ اب غائب تھی۔ تعداد بھی ان کی کم ہو گئی تھی۔ پانی کے کونڈے پر بھی اب وہ زیادہ دیر نہیں ٹکتی تھیں۔ اشنان تو کم و بیش موقوف ہی تھا۔ آئیں، ریزے چگے، گھونٹ بھر پانی پیا اور اڑ گئیں۔ پھر دن بھر نظر نہیں آتی تھیں۔

کیسی شاد آباد صحبت تھی اور کس طرح برہم ہوئی۔ صبح اب یہاں خاموش گزرتی تھی۔ چہک مہک غائب۔ بلبل کے تو دیکھنے کو آنکھیں ترس گئیں۔ لگتا تھا کہ اس علاقے ہی سے سارے پرندے ہجرت کر گئے ہیں۔ جہاں وہ سب گئے وہاں اس آنگن میں اترنے والے پرندے بھی چلے گئے۔

سڑک کی تعمیر کا معاملہ اس شہر میں ہمیشہ سے یہی رہا کہ کام تو شروع ہو جاتا ہے، ختم مشکل ہی سے ہوتا ہے۔ اب کے بھی یہی ہوا۔ تعمیر کا کام لمبا ہی ہوتا چلا گیا۔ یا اللہ، یہ سڑک آخر کب بن چکے گی۔ کیا ہمارے آنگن سے جب آخری چڑیا بھی رخصت ہو جائے گی اس وقت بن کر تیار ہو گی۔ کیا واقعی اس سڑک کو آخری چڑیا کی رخصتی کا انتظار ہے اور واقعی یہی ہوا۔ تعمیر کے آخر دنوں میں سچ مچ یوں لگتا تھا کہ اس نواح سے پرندے ایک ایک کر کے سب رخصت ہو گئے ہیں۔ اب تو کسی منڈیر سے کوے کی بھی کائیں کائیں سنائی نہیں دیتی تھی اور ہمارا آنگن یا لان جو بھی کہو بالکل ویران ہو چکا تھا۔

سڑک کی تعمیر کا کام خدا خدا کر کے تکمیل کو پہنچا۔ جب میں نے باہر نکل کر سڑک پر نظر ڈالی تو پہلے تو میں واقعی دنگ رہ گیا کتنی وسیع و عریض سڑک تھی۔ واقعی جدید عہد کی شاہراہ۔ پھر میں نے دائیں بائیں نظر ڈالی۔ دل دھک سے رہ گیا۔ دور دور تک کوئی درخت نظر نہیں آیا۔ کھمبے ہی کھمبے۔ یہ سڑک اب درختوں سے خالی اور کھمبوں سے معمور تھی۔

چڑیوں کی آمد اب یکسر موقوف تھی پھر بھی کونڈے میں پانی بھر ارکھتا تھا۔ کیا جانے کب کوئی پیاسی چڑیا اُتر آئے۔ اسے یہاں سے پیاسا تو واپس نہیں جانا چاہیے اور واقعی سڑک بننے کے بعد مجھے لمبا انتظار نہیں کرنا پڑا۔ ایک صبح کیا دیکھتا ہوں کہ ایک چڑیا پھر رپھر رکرتی آئی اور کونڈے کے کنارے پر بیٹھ کر چونچ کو پانی میں ڈبویا۔ پانی پیا اور اڑ گئی۔ میں نے اطمینان کا سانس لیا۔ میں نے طے کر لیا کہ یہ چڑیا آج آئی ہے تو اب کل بھی آئے گی اور اکیلی نہیں آئے گی۔ یہی ہوا۔ وہ تو بارش کا پہلا قطرہ ثابت ہوئی۔ بس پھر چڑیاں آتی ہی چلی گئیں۔

پھر ایک صبح بلبلوں کا ایک جوڑا نمودار ہوا اور چڑیوں کے ساتھ چگنے میں شامل ہو گیا اور زیادہ دن نہیں گزرے تھے کہ امرود کی شاخ پر دو گرسلیں بیٹھی نظر آئیں۔ پوری طرح جائزہ لینے کے بعد پہلے ایک گرسل نیچے اتری اور توس کے ریزے چگنے میں شامل ہو گئی۔ اسے دیکھ کر دوسری گرسل نے ہمت پکڑی۔ وہ بھی نیچے اتر آئی۔

اب میں کتنا خوش تھا۔ سب پرندے ایک ایک کر کے واپس آ گئے۔ ایک نہیں آئی تو گلہری نہیں آئی اور سل کھٹیا کے بارے میں کیا کہا جا سکتا ہے۔ اب تو یہ لگتا ہے کہ وہ ماضی قدیم کی کسی منڈیر سے یا شاید حضرت سلیمانؑ کے محل کی فصیل سے اڑ کر آئی تھی۔ وہیں واپس چلی گئی اور گلہری؟ شاید وہ بھی کہیں دور سے آئی تھی۔ شاید لنکا کے پل کی تعمیر کے کام سے تھک کر ادھر نکل آئی تھی۔ وہیں واپس چلی گئی ہو گی۔

— انتظار حسین

لفظ و معنی

آراستہ	:	سجا ہوا
طراوت	:	نمی، ٹھنڈک، تازگی
لبریز	:	پورا بھرا ہوا
عشرہ	:	دس
گرد و پیش	:	آس پاس
غالب	:	قوی، زبردست، مغلوب کرنے والا
درہم برہم	:	منتشر، بکھرا ہوا، تتر بتر
جارحانہ	:	حملہ آورانہ
مطلق	:	بالکل، قطعی
سازگار	:	موافق
صحبت	:	ساتھ، سنگت
شتابی	:	جلدی
اقلیم	:	ملک، وطن
ماورائی	:	غیر مادی، تصوراتی
ڈار	:	جھنڈ، گروہ، غول
شرفِ قبولیت	:	قبول کرنے کا اعزاز، منظوری کا اعزاز
نفور	:	نفرت
خلوت	:	تنہائی
اربابِ شہر	:	شہر کے لوگ
وسعت	:	پھیلاؤ
طالب	:	طلب گار، خواہش مند

© NCERT not to be republished

زمیں بوس	زمین پر گرنا
حواس باختہ	ہوش اڑنا
ہجرت	ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا، منتقل ہونا
ریگ زار	ریت کا میدان، ریگستان
دبیز	موٹا
موقوف	بند، وقفہ کیا ہوا، ملتوی
نواح	اطراف، آس پاس کا علاقہ
تکمیل	مکمل، پورا ہونا
وسیع و عریض	لمبا چوڑا
نمودار	ظاہر

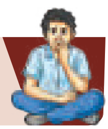

غور کیجیے

- اس افسانے میں راوی کے علاوہ باقی کردار چرند و پرند ہیں۔افسانہ نگار کا چڑیوں سے لگاؤ، مختلف چڑیوں کی عادات، غذا کے بارے میں پسند و ناپسند، درختوں سے دل چسپی وغیرہ، تمام واقعات اس طرح ایک زنجیر میں پروئے گئے ہیں کہ یہ سب افسانے کا ناگزیر حصہ بن گئے ہیں۔
- یہ افسانہ ماحولیات کے بارے میں شعور و آگہی پیدا کرنے کے ساتھ پرندوں کی زندگی اور عادات و اطوار کے بارے میں بھی معلومات فراہم کرتا ہے۔انسانی زندگی چرند و پرند اور نباتات کے وجود کے بغیر ممکن نہیں ہے۔پیڑ پودے ماحول کے توازن کو برقرار رکھنے کے لیے ضروری ہیں۔زیادہ تر پرندوں کی زندگی درختوں اور پودوں پر ہی انحصار کرتی ہے۔

© NCERT not to be republished

افسانے میں حضرت سلیمانؑ اور ہدہد کا ذکر آیا ہے۔ ہدہد ایک پرندے کا نام ہے جس نے حضرت سلیمانؑ کو ملکہ بلقیس کی خبر دی تھی اور ہدہد ہی حضرت سلیمانؑ کا خط ملکہ بلقیس کے پاس لے کر گیا تھا۔

سوچیے اور بتائیے

i. چڑیوں کی سبھا درہم برہم کیوں ہو جاتی تھی؟

ii. بلندی میں اڑتے ہوئے پرندے دوسری دنیا کی مخلوق کیوں نظر آتے ہیں؟

iii. امرود کے پیڑ کو شرفِ قبولیت بخشنے سے کیا مُراد ہے؟

iv. آبادی بڑھنے اور نئے شہروں کے بسنے سے ماحولیات کو کیا نقصان پہنچ رہا ہے؟

پڑھیے، سمجھیے اور لکھیے

- جب ہم کسی چیز کا نام لیتے ہیں تو ہمارے ذہن میں اس سے متعلق کئی الفاظ آتے ہیں۔ مثال کے طور پر قوسِ قزح کا نام آتے ہی بارش، بادل، بجلی، سورج، سات رنگ، چمک، دھنک وغیرہ الفاظ ہمارے ذہن میں آتے ہیں۔ اپنے دوستوں کے ساتھ گفتگو کیجیے اور ہر لفظ کے آگے اس سے متعلق پانچ الفاظ لکھیے:

مدوجزر ________ ________ ________ ________ ________

گل و گلزار ________ ________ ________ ________ ________

آمدورفت ________ ________ ________ ________ ________

کھیت کھلیان ________ ________ ________ ________ ________

چشمِ حیراں ________ ________ ________ ________ ________

© NCERT not to be republished

- آپ کو معلوم ہے کہ 'محاورہ' الفاظ کا وہ مجموعہ ہے جو فعل پر ختم ہوتا ہے اور اپنے لغوی معنی کے بجائے دوسرے معنی میں استعمال کیا جاتا ہے۔ مثلاً بغلیں جھانکنا، ہاتھوں کے طوطے اڑنا۔ اسی طرح 'ضرب المثل' یا 'کہاوت' وہ فقرہ، جملہ یا قول ہوتا ہے، جسے بات میں زور پیدا کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ کہاوت کے پیچھے کوئی واقعہ یا کہانی ضرور ہوتی ہے۔ مثلاً جیسی کرنی ویسی بھرنی، آسمان سے گرا کھجور میں اٹکا۔ افسانے کو دوبارہ پڑھیے اور محاوروں اور ضرب الامثال کو تلاش کر کے نیچے لکھیے:

محاورہ

i. ______

ii. ______

iii. ______

iv. ______

v. ______

ضرب المثل

i. ______

ii. ______

iii. ______

iv. ______

v. ______

© NCERT not to be republished

- ہم اکثر لکھتے وقت ایسے الفاظ استعمال کرتے ہیں جو تحریر کو دل چسپ اور پر اثر بناتے ہیں، جیسے دانہ دنکا، لپک جھپک، تتر بتر، لہک چہک۔ ان میں بعض مرکب الفاظ ہیں اور بعض تابعِ مہمل ہیں۔ جب دونوں الفاظ با معنی ہوں انھیں 'مرکب لفظ' کہتے ہیں جیسے لہک چہک، لپک جھپک وغیرہ۔ لیکن جب دوسرا لفظ با معنی نہ ہو لیکن پہلے لفظ کی شدت میں اضافہ کرتا ہو تو اسے 'تابع مہمل' کہتے ہیں۔ جیسے روٹی ووٹی، پانی وانی وغیرہ۔ اپنے دوستوں کی مدد سے مرکب اور تابعِ مہمل الفاظ معلوم کر کے لکھیے اور انھیں جملوں میں استعمال بھی کیجیے:

i. ________ ________

ii. ________ ________

iii. ________ ________

iv. ________ ________

v. ________ ________

- جملوں کو غور سے پڑھیے:

"پھر تو گلہری کو چاٹ لگ گئی۔"، "مجھے چاٹ پسند ہے۔"

ان جملوں میں خط کشیدہ لفظ چاٹ الگ الگ معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ اس سے زبان کی وسعت ظاہر ہوتی ہے۔ اسی طرح کے پانچ الفاظ معلوم کر کے لکھیے جو الگ الگ کیفیتوں میں استعمال کیے جاتے ہوں:

i. ________

ii. ________

iii. ________

iv. ________

v. ________

© NCERT not to be republished

سبق سے آگے

• عبارت کو غور سے پڑھیے اور اس کا خلاصہ اپنے الفاظ میں لکھیے۔ عبارت کا کوئی مناسب عنوان بھی تجویز کیجیے:

"قدرت نے دنیا کی ہر چیز کو ضرورت کے اعتبار سے ایک دوسرے سے جوڑ دیا ہے، یہاں ہر ایک چیز دوسری چیز کو کسی نہ کسی طرح متاثر کرتی ہے۔ اس آپسی تعلق کو سمجھنے اور سمجھانے کا نام 'ماحولیاتی سائنس' ہے۔ زمانۂ قدیم میں انسان اس تعلق سے نہ صرف بہ خوبی واقف تھا بلکہ اس کی زندگی ان قدرتی وسائل کے گرد گھومتی تھی۔ وہ پانی کے ذخیروں کے پاس بستیاں قائم کرتا تھا تاکہ قدرتی پانی اسے حاصل ہوتا رہے۔ جنگلات سے وہ لکڑی، چارہ اور غذا حاصل کرتا تھا۔ زمین وسیع تھی اور آبادیاں کم تھیں۔ رفتہ رفتہ انسانی آبادی بڑھنے لگی تو ان وسائل کی بھی مانگ بڑھی، ان پر دباؤ بڑھا اور ان کے لیے آپس میں لڑائیاں شروع ہوئیں۔ کسی ملک کے سرسبز اور زرخیز علاقوں کو حملہ آوروں نے لے لیا تو کسی ملک کے جانور اور چراگاہیں دشمن کی نظروں میں آ گئیں، طاقتور قومیں اور ممالک دوسروں کے وسائل پر قابض ہو کر انھیں بے دریغ استعمال کرنے لگے۔ صنعتی انقلاب نے انسان کو مشینوں سے روشناس کرایا۔ مشینوں کی مدد سے اگرچہ پیداوار میں زبردست اضافہ ہوا اور ایسا ضروری بھی تھا کیوں کہ بڑھتی ہوئی آبادی کی ضرورتیں بڑھتی جارہی تھیں لیکن اس اضافے نے خام مال کی مانگ بڑھا دی۔ جہاں کاغذ کے کارخانے لگے وہاں جنگلات ختم ہو گئے، کیوں کہ لکڑی کاغذ بنانے کی نذر ہو گئی۔"

© NCERT not to be republished

انٹرویو کیجیے

• اگر آپ کو اپنے پسندیدہ افسانہ نگار سے ملاقات کا موقع ملے اور آپ ان کا انٹرویو لیں تو پہلے اپنے انٹرویو کے

لیے ایک سوال نامہ تیار کیجیے۔ اپنے سوال نامے میں آپ ان عنوانات کو شامل کر سکتے ہیں: ان کا وطن، ان کے والدین، ان کا بچپن، افسانہ نگاری کا شوق، ادبی سفر کا آغاز اور بچوں کو افسانہ لکھنے کے مشورے وغیرہ۔

تخلیقی اظہار

- سالم علی ایک سائنس داں تھے۔ ان کو 'ماہر طیور' اور 'پرندوں کا شیدائی' بھی کہا جاتا ہے۔ انھیں پرندوں سے قلبی لگاؤ تھا۔ پرندوں کی عادات واطوار پر انھوں نے کئی کتابیں لکھی ہیں۔ جن میں 'دی فال آف اے اسپیرو' اور 'دی بک آف انڈین برڈس' بہت مشہور ہیں۔ نیچے دیے گئے ویب لنک کی مدد سے سالم علی کے بارے میں معلوم کیجیے اور ایک مضمون لکھیے:

www.sacon.in

- 'پرندے بھی رہیں اور ترقی بھی ہو۔' عنوان سے ایک پیراگراف لکھیے۔
- نیچے لکھے ہوئے اقتباس کو پڑھ کر آپ کے ذہن میں کیا خیال آتا ہے؟ جیسے اس وقت چڑیاں کیا سوچ رہی ہوں گی؟ گلہری چڑیوں کے درمیان کیا محسوس کر رہی ہوگی؟ وغیرہ۔ ان خیالات کو مکالموں کی شکل میں لکھیے:

"پھر ایک گرسل کے جوڑے نے گھر دیکھ لیا۔ عین اس وقت جب میں روٹی کے یا توس کے ریزے بکھیر چکتا وہ دو گرسلیں اڑتی آتیں۔ پہلے منڈیر پر بیٹھ کر گرد و پیش کا جائزہ لیتیں۔ پھر نیچے اتر آتیں۔ ان کی آمد کو شاید چڑیوں نے پسند نہیں کیا۔ ان کے ہوتے ہوئے وہ تھوڑی بے آرامی محسوس کرتیں لیکن سب سے زیادہ پریشان وہ اس وقت ہوتیں جب ایک گلہری ان کے بیچ آن دھمکی اور ان کے کھانے دانے میں شریکِ غالب بن گئی۔ یہ گلہری ایک صبح اچانک نمودار ہوئی۔ وہ تیزی سے امرود کی شاخوں کے بیچ سے سرسراتی ہوئی تنے کے سہارے نیچے اتری اور فوراً ہی اِدھر اُدھر

دیکھے بغیر کھانے پر منڈھ گئی۔ چڑیوں نے پریشان ہو کر اسے دیکھا اور تتر بتر ہوگئیں۔ خیر یہ اچھا ہوا کہ جس تیزی سے وہ آئی تھی اسی تیزی سے رخصت ہوگئی۔ اس کے جانے پر چڑیوں نے اطمینان کا سانس لیا پھر وہ واپس آئیں اور ریزے چگنے میں مصروف ہوگئیں۔"

گفتگو کیجیے

- درخت بہت تیزی سے کاٹے جا رہے ہیں۔ ہمارے آس پاس رہنے والے پرندے بھی غائب ہوتے جا رہے ہیں۔ اپنے ساتھیوں کے ساتھ گفتگو کیجیے اور ایسی تدبیر تلاش کیجیے جس سے پرندوں کو واپس لایا جا سکے۔
- "جب ایک درخت گرتا ہے تو اس کے ساتھ کتنے ہی آشیانے اجڑتے ہیں۔" اس موضوع پر کمرۂ جماعت میں گفتگو کیجیے۔

عملی کام

- مختلف پرندوں کی تصاویر جمع کر کے ایک البم تیار کیجیے۔ ساتھ ہی ساتھ پرندوں کے بارے میں معلومات حاصل کر کے لکھیے جیسے کہ ان کے کھانے، رہنے کے طریقے، ان کے گھونسلوں کی بناوٹ، دوسرے پرندوں کے ساتھ ان کا میل جول وغیرہ۔
- بعض پرندے مخصوص دورانیہ میں دوسرے ملکوں سے ہجرت کر کے ہمارے یہاں آتے ہیں اور ایک مدت کے بعد واپس لوٹ جاتے ہیں۔ ان کے بارے میں معلومات حاصل کیجیے اور اپنی کاپی میں لکھیے۔

© NCERT not to be republished

اضافی مطالعہ

- پرندوں کی کئی نسلیں خطرے کی زد میں ہیں، جنھیں انگریزی میں Endangered Species کہا جاتا ہے۔ گوریا کی نسل بھی اسی زمرے میں شامل ہے۔ اسی طرح پرندوں اور باقی جان داروں کی کچھ نسلیں ختم بھی ہو چکی ہیں۔ انھیں Extinct Species کہا جاتا ہے۔ ماریشس کے قومی پرندے ڈوڈو کی نسل کا شمار اسی میں ہوتا ہے۔
- پرندوں کی حفاظت کے لیے سرکاری اور انفرادی ادارے قائم کیے گئے ہیں، جن میں برڈ سنچریاں بڑی اہمیت رکھتی ہیں۔ انفرادی کاوشوں میں آسام سے تعلق رکھنے والی خاتون پورنیما دیوی برمن کی خدمات کو پرندہ 'ہر گلا' کے تحفظ و بقا کے لیے سراہا جاتا ہے۔ دیے گئے ویب لنک کی مدد سے پورنیما دیوی برمن کی خدمات کے بارے میں معلومات حاصل کی جا سکتی ہیں:

www.unep.org/champions of earth/laureates/2022/
dr-purnima-devi-barman

- ریڈ ڈیٹا بک ایک جامع عوامی دستاویز ہے جو ایسے پودوں، جانوروں اور دیگر مقامی انواع و اقسام کی معلومات فراہم کرتی ہے جو معدوم ہونے کے خطرے میں ہیں یا نایاب ہیں۔ ایک بین الاقوامی ادارہ (International Union for Conservation of Nature-IUCN) اس پورے نظام کی دیکھ ریکھ کرتا ہے۔

© NCERT not to be republished

مکتوب

مکتوب، مراسلہ اور خط مترادف الفاظ ہیں۔ خط پیغام رسانی کا اہم اور قدیم ذریعہ ہے۔ مکتوب نگار دور فاصلے پر بیٹھے ایک شخص کو خط لکھ کر اپنے جذبات اور خیالات کی ترسیل کرتا ہے۔ خط سے مکتوب نگار اور مکتوب الیہ دونوں کی شخصیت سے واقفیت حاصل ہوتی ہے۔

مکتوب کئی طرح کے ہوتے ہیں۔ ادبی، ذاتی، سوانحی، تاریخی اور تجارتی وغیرہ۔ اردو میں جدید مکتوب نگاری کا آغاز غالب کے خطوط سے ہوتا ہے۔ ان خطوط سے ہمیں اس عہد کے تاریخی، سیاسی اور سماجی حالات سے واقفیت ہوتی ہے۔

بعض اہلِ قلم نے مکتوب نگاری کو ایک لطیف فن قرار دیا ہے۔ ایسے خطوط بڑی تعداد میں موجود ہیں جن میں اعلیٰ تخلیقی ادب کی خصوصیات پائی جاتی ہیں، ان خطوط کا مطالعہ اور بھی دل چسپ ہو جاتا ہے۔

مکتوب نگاری شخصی اظہار کی ایک شکل ہے۔ مکتوب نگار کا مخاطب کوئی ایک شخص ہوتا ہے جب کہ ادب کی دوسری اصناف میں ایک ساتھ کئی لوگ مخاطب ہو سکتے ہیں۔ کچھ ادیبوں نے ایسے عمدہ خطوط لکھے کہ اب مکتوب نگاری کو ایک ادبی صنف کا درجہ حاصل ہو چکا ہے۔

مکتوب نگار کا مخاطب کوئی بھی ہو، اگر مکتوب نگار کی تحریر میں کشش ہو تو خط ہر پڑھنے والے کے لیے دل چسپ ہو جاتا ہے اور ایسے خطوط ادب پارے کے طور پر پڑھے جاتے ہیں۔ اردو نثر کی روایت میں مرزا غالبؔ، علامہ شبلی نعمانیؔ، مہدی افادیؔ، چودھری محمد علی ردولوی، سید سلیمان ندوی، ابوالکلام آزادؔ، رشید احمد صدیقیؔ، صفیہ اختر اور قرۃ العین حیدر وغیرہ کے خطوط نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔

© NCERT not to be republished

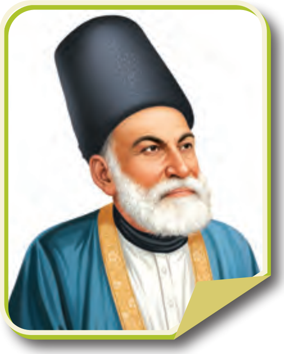

مرزا غالب

1797 – 1869

مرزا اسداللہ خاں غالب کی ولادت آگرہ میں ہوئی۔ چچا نصراللہ بیگ نے ان کی پرورش کی۔ شادی کے بعد غالب دہلی آگئے۔ یہاں کے علمی اور ادبی ماحول میں ان کا شعری ذوق پروان چڑھا۔ غالب نظم اور نثر دونوں پر یکساں قدرت رکھتے تھے۔ جو بلند مرتبہ انھیں شاعری میں حاصل ہوا وہی رتبہ انھیں نثر میں بھی ملا۔ ان کی نثر کا عمدہ نمونہ ان کے خطوط ہیں۔

غالب کے خطوط کے مجموعے 'عودِ ہندی' اور 'اردوئے معلّیٰ' کے نام سے شائع ہوئے ہیں۔ انھوں نے خط کو بات چیت کی زبان سے قریب تر کر کے مراسلے کو مکالمہ بنا دیا۔ ان کے خطوط کو پڑھ کر ایسا لگتا ہے گویا کہ دو لوگ آپس میں بیٹھے گفتگو کر رہے ہوں۔ غالب کے اردو خطوط میں ان کی اپنی زندگی اور زمانے کی دل چسپ تفصیلات سمٹ آئی ہیں۔ خاص طور پر 1857 کے آس پاس کا ماحول غالب کے خطوط میں جس تفصیل کے ساتھ بیان ہوا ہے، اُس کے پیشِ نظر یہ خطوط ایک تاریخی مواد کی حیثیت بھی رکھتے ہیں۔ انھوں نے جو اسلوب اختیار کیا تھا اس کی نقل کسی سے بھی ممکن نہ ہو سکی۔ ان کے خطوط میں واقعہ نگاری، منظر نگاری اور جذبات نگاری کی غیر معمولی مثالیں موجود ہیں۔ اسی کے ساتھ ساتھ طنز و مزاح کا عنصر بھی غالب کی نثر میں ایک خاص حیثیت رکھتا ہے۔

© NCERT not to be republished

4901CH03

غالب کے خطوط

(1)

منشی ہرگوپال تفتہ کے نام

کیوں صاحب!

روٹھے ہی رہوگے یا کبھی منوگے بھی؟ اور اگر کسی طرح نہیں منتے تو روٹھنے کی وجہ تو لکھو۔ میں اس تنہائی میں صرف خطوں کے بھروسے جیتا ہوں۔یعنی جس کا خط آیا، میں نے جانا کہ وہ شخص تشریف لایا۔خدا کا احسان ہے کہ کوئی دن ایسا نہیں ہوتا، جو اطراف وجوانب سے دو چار خط نہیں آرہتے ہوں بلکہ ایسا بھی دن ہوتا ہے کہ دو دو بار ڈاک کا ہرکارہ خط لاتا ہے۔ایک دو صبح کو اور ایک دو شام کو۔میری دل لگی ہوجاتی ہے۔دن اُن کے پڑھنے اور جواب لکھنے میں گزر جاتا ہے۔یہ کیا سبب دس دس بارہ بارہ دن سے تمھارا خط نہیں آیا۔یعنی تم نہیں آئے۔خط لکھو صاحب۔نہ لکھنے کی وجہ لکھو، آدھ آنے میں بخل نہ کرو، ایسا ہی ہے تو بیرنگ بھیجو۔

سوموار، 27 دسمبر 1858

غالب

© NCERT not to be republished

(2)

منشی ہرگوپال تفتہ کے نام

بندہ پرور!

تم کو پہلے یہ لکھا جاتا ہے کہ میرے دوست قدیم میر مکرم حسین صاحب کی خدمت میں میرا سلام کہنا۔ اب تک جیتا ہوں اور اس سے زیادہ میرا حال مجھ کو بھی معلوم نہیں۔ مرزا حاتم علی صاحب مہر کی جناب میں میرا سلام کہنا۔

تمھارے پہلے خط کا جواب بھیج چکا تھا کہ اُس کے دو دن یا تین دن کے بعد دوسرا خط پہنچا۔ سنو صاحب، جس شخص کو جس شغل کا ذوق ہو اور وہ اُس میں بے تکلف عمر بسر کرے، اس کا نام عیش ہے۔ تمھاری توجہِ مفرّط بہ طرفِ شعر و سخن کے تمھاری شرافت نفس اور حسن طبع کی دلیل ہے۔ اور بھائی یہ جو تمھاری سخن گستری ہے، اُس کی شہرت میں میری بھی تو نام آوری ہے۔ میرا حال اِس فن میں اب یہ ہے کہ شعر کہنے کی روش اور اگلے کہے ہوئے اشعار سب بھول گیا۔ مگر ہاں، اپنے ہندی کلام میں سے ڈیڑھ شعر، یعنی ایک مقطع اور ایک مصرعہ یاد رہ گیا ہے، سو گاہ گاہ جب دل الٹنے لگتا ہے، تب دس پانچ بار یہ مقطع زبان پر آجاتا ہے:

زندگی اپنی جب اس شکل سے گزری غالب
ہم بھی کیا یاد کریں گے کہ خدا رکھتے تھے

پھر جب سخت گھبراتا ہوں اور تنگ آتا ہوں، تو یہ مصرعہ پڑھ کر چپ ہو جاتا ہوں۔

اے مرگِ ناگہاں! تجھے کیا انتظار ہے

© NCERT not to be republished

یہ کوئی نہ سمجھے کہ میں اپنی بے رونقی اور تباہی کے غم میں مرتا ہوں۔ جو دکھ مجھ کو ہے، اُس کا بیان تو معلوم، مگر اُس بیان کی طرف اشارہ کرتا ہوں۔ انگریز کی قوم میں سے جو اُن روسیاہ۔۔۔ کے ہاتھ سے قتل ہوئے، اُس میں کوئی میرا امید گاہ تھا اور کوئی میرا شفیق اور کوئی میرا دوست اور کوئی میرا شاگرد۔ ہندوستانیوں میں: کچھ معشوق، کچھ عزیز، کچھ دوست، کچھ شاگرد، سو وہ سب کے سب خاک میں مل گئے۔ ایک عزیز کا ماتم کتنا سخت ہوتا ہے جو اتنے عزیزوں کا ماتم دار ہو، اُس کو زیست کیوں کر نہ دشوار ہو؟

ہائے! اتنے یار مرے کہ جو، اب میں مروں گا تو میرا کوئی رونے والا بھی نہ ہوگا!

اناللہ وانا الیہ راجعون

جون، جولائی 1858 — غالب

© NCERT not to be republished

لفظ و معنی

اطراف	:	طرف کی جمع، سمت
جوانب	:	جانب کی جمع، طرف، سمت
ہرکارہ	:	ڈاکیہ، خط پہنچانے والا
بخل	:	کنجوسی
بیرنگ	:	وہ مال یا خط وغیرہ جس کا محصول پہلے ادا نہ کیا گیا ہو، بغیر ٹکٹ کے بھیجا ہوا خط
بندہ پرور	:	پرورش کرنے والا (احترام میں بولا جاتا ہے۔)
شغل	:	مشغلہ
ذوق	:	شوق
بے تکلف	:	بے ساختہ، بناوٹ کے بغیر
مُفرّط	:	بہت زیادہ، حد سے زیادہ
شرافتِ نفس	:	نیک طبعی، طبیعت کی شرافت
حسنِ طبع	:	طبیعت کی خوب صورتی، اچھی طبیعت
سخن گستری	:	شعر گوئی، سخن آرائی
نام آوری	:	معروف ہونا
روش	:	راستہ
گاہ گاہ	:	کبھی کبھی، کسی کسی وقت
مرگِ ناگہاں	:	وہ موت جو اچانک آجائے
روسیاہ	:	بدکار، گناہ گار
شفیق	:	شفقت کرنے والا
زیست	:	زندگی

© NCERT not to be republished

غور کیجیے

- منشی ہرگوپال تفتہؔ فارسی کے اچھے شاعر اور مرزا غالبؔ کے عزیز شاگرد تھے۔ غالب اپنے مکتوب میں منشی ہرگوپال تفتہ کو کسی رائج القاب کے بجائے 'بندہ پرور' اور 'کیوں صاحب' کہہ کر مخاطب کرتے ہیں۔ اس طرح بے تکلفی سے مخاطب کرنے کے سبب یہ گمان ہوتا ہے جیسے وہ سامنے موجود کسی شخص سے خطاب کر رہے ہوں۔

- غالب کے خطوط کو دستاویز کی حیثیت حاصل ہے۔ مکالماتی انداز کے ساتھ ان کے خطوں میں رشتوں کا ربط، اپنائیت کا احساس، دوستی کا تعلق، خلوص کی گرمی اور جذبات کی سچائی موجود ہے۔ ذاتی زندگی کی عکاسی کے ساتھ ساتھ یہ خطوط اس عہد کی ادبی، سماجی اور سیاسی صورتِ حال پر بھی روشنی ڈالتے ہیں۔ ان خطوط کو لکھے کم و بیش ڈیڑھ سو سال سے زیادہ ہو گئے لیکن شوخی، شگفتگی اور اظہار کی بے تکلفی کے باعث یہ ادبی شاہکار بن گئے ہیں۔

© NCERT not to be republished

سوچیے اور بتائیے

i. غالب نے اپنا حال کس انداز میں بیان کیا ہے؟

ii. خط میں کن سہولتوں کو عیش کہا گیا ہے؟

iii. خط میں پہلی جنگِ آزادی کے بعد کی صورتِ حال کو کس طرح پیش کیا ہے؟

iv. خط کے علاوہ پیغام رسانی کے کون کون سے ذرائع ہیں؟

پڑھیے، سمجھیے اور لکھیے

- دیے گئے جملوں کو غور سے پڑھیے اور ان کے مفہوم اپنی زبان میں لکھیے:

i. میں اس تنہائی میں صرف خطوں کے بھروسے جیتا ہوں۔

ii. دس دس بارہ بارہ دن سے تمھارا خط نہیں آیا، یعنی تم نہیں آئے۔

iii. تمھاری توجہِ مفرط بہ طرفِ شعر و سخن کے تمھاری شرافت نفس اور حسن طبع کی دلیل ہے۔

iv. یہ کوئی نہ سمجھے کہ میں اپنی بے رونقی اور تباہی کے غم میں مرتا ہوں۔

v. یہ جو تمھاری سخن گستری ہے، اس کی شہرت میں میری بھی تو نام آوری ہے۔

- خط کے شروع میں 'بندہ پرور' کہہ کر جس کے نام خط لکھا ہے اُسے مخاطب کیا گیا ہے۔ بندہ پرور کے معنی ہیں پرورش کرنے والا۔ آپ پڑھ چکے ہیں کہ خط کے شروع میں جن الفاظ سے مکتوب الیہ کو مخاطب کیا جاتا ہے وہ 'القاب و آداب' ہوتے ہیں۔ آپ اساتذہ اور بزرگوں کو مخاطب کرنے کے لیے پانچ القاب معلوم کر کے لکھیے:

© NCERT not to be republished

- پہلے خط میں لفظ ہرکارہ آیا ہے جس کے معنی ہیں خط پہنچانے والا یا ڈاکیہ۔ اسی لفظ کے دوسرے متبادل ہیں قاصد، نامہ بر، پیامی وغیرہ۔ لغت کی مدد سے پانچ الفاظ اور ان کے متبادلات تلاش کر کے لکھیے۔ ہر ایک لفظ کے دو یا دو سے زیادہ متبادل ہونے چاہییے۔

• درج ذیل فقروں پر غور کیجیے:

پس اے میرے پیارے نوجوان ہم وطنو!

اے میری قوم کے بچو!

جب ہم لفظوں کی جمع بناتے ہیں تو آخر میں نون غنہ لگاتے ہیں، مثال کے طور بھائی سے بھائیوں وغیرہ لیکن جب خطاب کیا جائے تو نون غنہ نہیں لگایا جاتا جیسے بچو!، بھائیو اور بہنو!، ساتھیو!، دوستو!۔ آپ پانچ الفاظ اور ان کی جمع معلوم کر کے لکھیے۔ اُن الفاظ کو خطابیہ جملے میں استعمال بھی کیجیے:

i. ______

ii. ______

iii. ______

iv. ______

v. ______

• درج ذیل الفاظ کے لیے ایک لفظ لکھیے:

i. خط لکھنے والا ______

ii. جسے خط لکھا جائے ______

iii. خط لکھنا ______

iv. خط لے جانے والا ______

گفتگو کیجیے

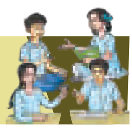

• انٹرنیٹ کی سہولت کے بعد مکتوب نگاری پر مرتب ہوئے اثرات کے بارے میں دوستوں کے ساتھ بات چیت کیجیے اور اپنی رائے کا اظہار کیجیے؟

• ”عہدِ غالب کے سیاسی، سماجی اور تہذیبی زندگی کے مطالعہ کے لیے خطوط غالب اہم ترین ماخذ ہیں۔“ اس قول کی روشنی میں خطوط نگاری کی اہمیت و افادیت پر اپنے دوستوں کے ساتھ گفتگو کیجیے۔

© NCERT not to be republished

آپ کی رائے

- اگر آپ غالب کے عہد میں ہوتے تو کس طرح کی پریشانیوں کا سامنا کیا ہوتا؟ آپ اپنی پریشانی، دوستوں کی جدائی اور حالات کی کش مکش کس طرح بیان کرتے؟

پروجیکٹ

- ایک انسان کا دوسرے انسان کو جو دور دراز فاصلے پر رہتا ہے خط کے ذریعے پیغام بھیجنے کا طریقہ اتنا ہی پرانا ہے جتنی ہماری تہذیب۔ ہمیشہ سے پیغام یا خبر پہنچانے کا آسان ذریعہ خط رہا ہے۔ پہلے پیغام رسانی کے ذرائع کم تھے تب خط لکھنے کا طریقہ عام تھا۔ آج ای میل، ایس ایم ایس جیسی سہولیات میسر ہیں۔ زمانۂ قدیم سے موجودہ دور تک، خط کے اس سفر کو ظاہر کرنے کے لیے ایک منصوبہ تیار کیجیے۔

مطالعہ کیجیے

- مرزا غالب کے علاوہ سرسید احمد خاں، علامہ شبلی نعمانی، مولانا ابوالکلام آزاد اور صفیہ اختر وغیرہ کئی دوسرے ادیبوں کے خطوط بھی ادبی اہمیت کے حامل ہیں۔ لائبریری سے ان کے خطوط حاصل کیجیے اور ان کا مطالعہ کیجیے۔

تخلیقی اظہار

- اپنے دوست کے نام ایک خط لکھیے اور اسکول کے سالانہ جلسے میں کی گئی اپنی نظامت کا ذکر کیجیے۔
- ای ـــ میل پیغام رسانی کا اہم ذریعہ ہے۔ ایک ای ـــ میل لکھیے جس میں کسی ادبی شخصیت سے اسکول کے جلسے کی صدارت کرنے کی درخواست کی گئی ہو۔

© NCERT not to be republished

عملی کام

- انٹرنیٹ کی مدد سے غالب کے خطوط کے نمونے حاصل کر کے ایک کولاژ بنائیے اور اس کو کمرۂ جماعت میں چسپاں کیجیے۔

اضافی مطالعہ

- اردو مکتوب نگاری کی تاریخ میں مولانا ابوالکلام آزاد کا نام اہمیت کا حامل ہے۔ مولانا ابوالکلام آزاد کی مکتوب نگاری کا انداز غالب سے بہت مختلف تھا۔ آزاد کے خطوط میں بے تکلفی کی فضا نہیں ملتی جو غالب کے خطوں میں پائی جاتی ہے۔ 'غبارِ خاطر' مولانا کے ان خطوط کا مجموعہ ہے جو قلعہ احمد نگر میں اسیری کے زمانے میں اپنے دوست نواب صدر یار جنگ، مولانا حبیب الرحمٰن خاں شیروانی کو لکھے تھے لیکن بھیجے نہیں گئے۔ یہ خطوط مختلف موضوعات پر معلومات کا خزانہ ہیں۔ مثال کے طور پر مولانا آزاد کے خط کے ایک حصے کو دیکھیے:

- قلعہ احمد نگر

7 جنوری 1943

صدیق مکرم

وہی صبح چار بجے کا جانفزا وقت ہے۔ سردی اپنے پورے عروج پر ہے۔ کمرہ کا دروازہ اور کھڑکی کھلی چھوڑ دی ہے۔ ہوا کے برفانی جھونکے دم بہ دم آرہے ہیں۔ چائے دم دے کر ابھی ابھی رکھی ہے۔ منتظر بیٹھا ہوں کہ پانچ چھ منٹ گزر جائیں اور رنگ و کیف اپنے معیاری درجہ پر آجائے تو دور شروع کروں۔ دو مرتبہ نگاہ گھڑی کی طرف اٹھ چکی ہے، مگر پانچ منٹ ہیں کہ کسی طرح ہونے پر نہیں آتے۔ خواجہ شیراز کا ترانہ صبح گاہی دل و دماغ میں گونج رہا ہے۔ بے اختیار جی چاہتا ہے کہ گنگناؤں مگر ہمسایوں کی نیند میں خلل پڑنے کا اندیشہ لبوں کو کھلنے کی اجازت نہیں دیتا۔

© NCERT not to be republished

مضمون

مضمون ایک غیر افسانوی نثری صنف ہے، اس میں کسی بھی موضوع پر مربوط انداز میں اظہارِ خیال کیا جاتا ہے، اس کے لیے موضوع کی کوئی قید نہیں لیکن خیالات کا تسلسل ضروری ہے۔ مضمون بنیادی طور پر کسی ایک موضوع کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کرنے کے لیے لکھا جاتا ہے۔ اس میں علمی سنجیدگی پائی جاتی ہے اور طرزِ بیان و زبان کی بھی بڑی اہمیت ہے۔ الفاظ میں جس قدر قطعیت اور بیان میں شفافیت ہوگی اسی قدر مضمون نگاری کا حق ادا ہوگا۔

مضمون کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ ادبی موضوعات پر لکھے گئے مضامین کی نوعیت تنقیدی، تحقیقی اور لسانیاتی ہوتی ہے۔ غیر ادبی موضوعات میں مذہب، فلسفہ، سوانح، سماج، سیاست، اقتصادیات، صنعت و حرفت، تجارت، زراعت، ماحولیاتی آلودگی، طِب، صحت، قانون اور سائنس و ٹیکنالوجی وغیرہ سے متعلق معلوماتی مضامین شامل ہیں۔

مضمون کی کامیابی کا انحصار ربط و ترتیب اور تنظیم کی خوبی پر ہے۔ ایک اچھے مضمون میں موضوع یا مسئلے کو اس طرح پیش کیا جاتا ہے کہ اس کے تمام اہم پہلو زیر بحث آجائیں۔ تمہیدی حصے میں موضوع کا ایسا تعارف کرایا جاتا ہے جس سے اس کی اہمیت اور لکھنے والے کی منشا پوری طرح واضح ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد منطقی ترتیب میں سنجیدہ اور مدلّل طریقے سے اہم نکتوں کو سامنے لایا جاتا ہے۔ انتشار سے بچتے ہوئے ضروری وضاحت اور صراحت کے ساتھ بات پوری کی جاتی ہے اور کسی نتیجے پر پہنچ کر مضمون کو ختم کر دیا جاتا ہے۔

اردو میں مضمون نگاری کا باقاعدہ آغاز سرسیّد سے ہوتا ہے۔ انھوں نے اس صنف کو سماجی اصلاح کے ایک وسیلے کے طور پر استعمال کیا۔ محمد حسین آزاد، الطاف حسین حالی، شبلی نعمانی، نذیر احمد، میر ناصر علی، نیاز فتح پوری، رشید احمد صدیقی، مرزا فرحت اللہ بیگ، محفوظ علی بدایونی، ابوالکلام آزاد، خواجہ غلام السیّدین، رشید جہاں، سید احتشام حسین، آل احمد سرور، کلیم الدین احمد، شمس الرحمٰن فاروقی، گوپی چند نارنگ وغیرہ اردو کے اہم مضمون نگار ہیں۔

© NCERT not to be republished

سید مبارز الدین رفعت

1918 – 1976

سید مبارز الدین رفعت حیدر آباد (دکن) میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد محکمۂ جنگلات میں ملازم تھے۔ انھوں نے 1936 میں دسویں کا امتحان پاس کیا۔ جامعہ عثمانیہ سے بی۔اے اور ایم۔اے (فارسی) کی اسناد حاصل کیں۔ اس کے بعد سٹی کالج، حیدر آباد میں فارسی کے استاد کی حیثیت سے اپنی خدمات انجام دیں، بعد میں میسور کے مہارانی کالج میں پرنسپل کے طور پر کام کیا۔

سید مبارز الدین رفعت ایک محقق، مترجم اور ادیب تھے۔ ان کی تصانیف میں 'ایک مشرقی کتب خانہ'، 'سالار جنگ میوزیم'، 'مقام غالب'، 'مشاہیر کی بیویاں' وغیرہ اہم شمار کی جاتی ہیں۔

© NCERT not to be republished

4901CH04

اجنتا اور ایلورا

آپ نے پہاڑ دیکھے ہوں گے لیکن ایسے پہاڑ بہت کم ہیں جن کے اندر انھیں سے تراشی ہوئی مورتیاں ہوں اور چاروں طرف تصویریں بھی بنی ہوں اور ان کی شکل بھی غار کی سی ہو۔ مہاراشٹر میں اورنگ آباد کے قریب اجنتا اور ایلورا کے غار ایسے ہی ہیں۔ یہ قدرتی نہیں ہیں بلکہ چٹانوں کو کاٹ کر بنائے گئے ہیں۔ یہ غار بہت پرانے ہیں لیکن دیکھیے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انھیں آج ہی بنایا گیا ہے۔

اجنتا کے غار بڑی خوب صورت جگہ پر ہیں۔ یہاں قدرتی آبشار ہیں۔ یہیں پر ایک پُرفضا وادی میں یہ غار چٹانوں کو تراش کر بنائے گئے ہیں۔ ان علاقوں میں بڑے بڑے راجاؤں نے اس کام کے لیے بہترین فن کاروں کو جمع کیا۔ یہ غار بدھ مت کے ماننے والوں ہی نے بنائے تھے۔ انھیں اپنے مذہب سے سچی محبت تھی اور انھوں نے یہ کام دل و جان سے کیا۔

اجنتا میں سب سے پرانے غار تو وہ ہیں جو آج سے تقریباً بائیس سو سال پہلے بنائے گئے تھے۔ پھر آخری غار وہ ہیں جو چھٹی صدی عیسوی میں بنے تھے۔ اس طرح یہ غار تقریباً آٹھ سو سال میں بنے ہیں۔ ان غاروں کے بنانے میں کئی نسلوں نے حصہ لیا۔

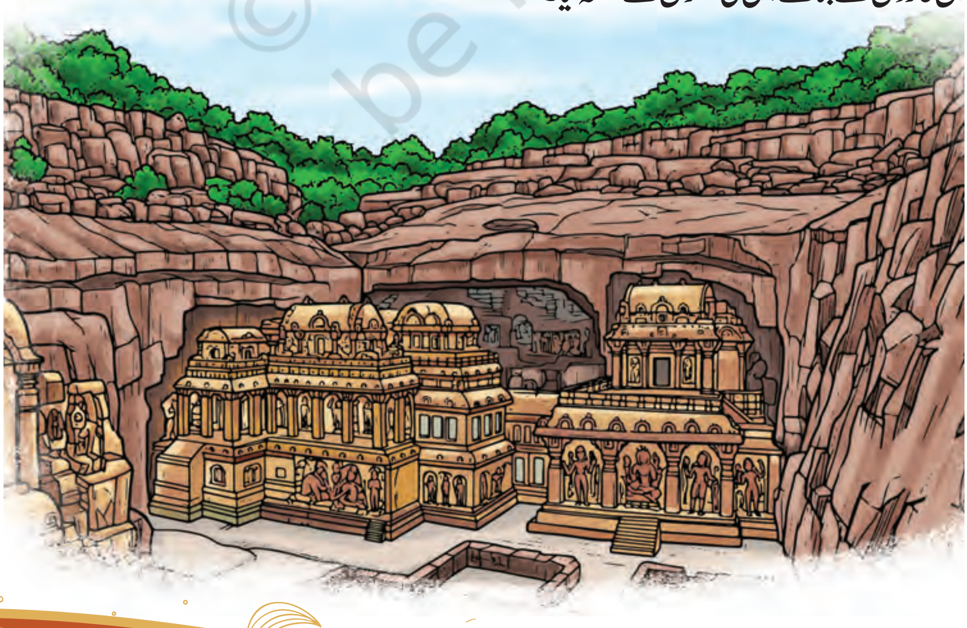

© NCERT not to be republished

ایک وسیع ہال میں مہاتما بدھ کا ایک بڑا مجسمہ بنا ہوا ہے۔ دیواروں پر مہاتما بدھ کے پچھلے جنموں کی کہانیاں تصویروں کی زبانی بیان کی گئی ہیں۔ چھتوں پر نازک نازک بیل بوٹوں کے نقش و نگار ہیں۔ یہاں ایک استوپ (Stupa) ہے جس میں مہاتما بدھ کا مقدس بال اور چِتا کی راکھ محفوظ ہے۔ یہاں بھکشو عبادت کرتے تھے، ساتھ ساتھ تصویریں بنانے کا کام بھی کرتے رہتے تھے۔ غاروں میں اندھیرا تو تھا ہی، اس لیے تصویریں بنانے میں خاصی مشکل پیش آتی تھی۔ چناں چہ غار کے منھ پر فولاد کے صیقل کیے ہوئے بڑے بڑے آئینے رکھ دیے جاتے۔ جب ان پر سورج کی کرنیں پڑتیں تو ان کا عکس غاروں کے اندر پڑتا اور یہی نہیں بلکہ غار کے اندر بھی اس طرح کے اور آئینے رکھ دیے جاتے پھر ان پر باہر کے آئینوں کا عکس پڑتا اور یوں غار میں ہر طرف روشنی ہی روشنی ہو جاتی تھی۔ یوں تو مشعل جلا کر بھی روشنی کی جاسکتی تھی لیکن مشعل کا دھواں بنی ہوئی تصویروں پر بیٹھ جاتا، اس لیے انھوں نے مشعلیں استعمال نہیں کیں۔

اجنتا میں تقریباً ایک ہزار برس تک زندگی بڑی پرسکون رہی۔ بھکشوؤں کی کئی نسلیں آئیں اور گزر گئیں۔ اجنتا میں غار بنتے گئے۔ مشہور چینی سیاح ہیون سانگ ساتویں صدی عیسوی میں یہاں آیا تھا، اُس نے اپنے سفر نامے میں ان غاروں کی بہت تعریف کی ہے۔

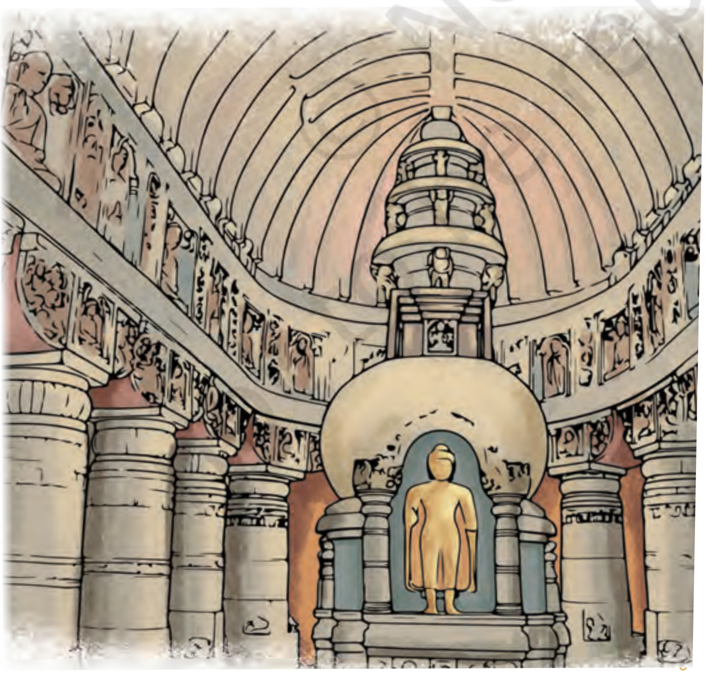

زمانہ سدا ایک حال پر نہیں رہتا۔ دھیرے دھیرے ہندوستان میں بدھ مت کے ماننے والوں کی تعداد کم ہوتی گئی۔ یہاں تک کہ اجنتا میں بھی کوئی باقی نہ رہا۔ لوگوں کے دلوں سے بھی آہستہ آہستہ اس کی یاد مٹ گئی اور سیکڑوں برس تک لوگوں کو ان غاروں کے بارے میں

کچھ بھی پتہ نہ چل سکا۔ جب انگریز ہندوستان آئے اور 1819 میں انگریزوں اور مرہٹوں کے درمیان انھیں پہاڑیوں کے آس پاس لڑائی چھڑی تو انگریزی فوج کے سپاہی اس وادی کو ایک اچھا مورچہ جان کر اس کے اندر اُتر گئے۔ یہاں پہنچے تو انھیں غاروں کا بیرونی حصہ نظر آیا۔ یہ غار مٹی سے اٹے پڑے تھے۔ کچھ سپاہی ان غاروں میں گھس گئے اور ان کے اندر تصویریں دیکھ کر حیران ہوئے اور پھر جلدی ہی ان کی شہرت پھیل گئی۔ بڑے بڑے مصوروں نے ان کی تصویریں تیار کیں۔ ان تصویروں کی لندن اور پیرس میں نمائش ہوئی۔ غاروں کو صاف کیا گیا تاکہ لوگ ان کو دیکھنے کے لیے آسکیں۔

ایلورا کے غار بنانے والوں کو اجنتا کے غاروں جیسا دل کش منظر تو نہ مل سکا، تاہم قدرتی مناظر کے لحاظ سے یہ مقام بھی اچھا ہے۔ ایلورا میں کل ملاکر چونتیس غار ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایلورا کے غار بنانے والوں کے ہاتھ میں پتھر بھی موم ہوگیا تھا۔ پتھر کو انھوں نے جس طرح چاہا تراشا، بنایا، سنوارا اور اپنے جذبے کی آنچ اس میں شامل کردی۔ کیلاش کا مندر ایلورا کے غاروں کی جان ہے۔ یہ مندر راشٹر کوٹ کے راجا کرشنا کی سرپرستی میں بنا تھا۔ اس کے پرکھوں نے یہاں ایک مندر بنوایا تھا۔ راجا کرشنا کو یہ بہت پسند آیا۔ اس نے حکم دیا کہ ایسا ہی مندر بنایا جائے۔ چناں چہ ایک بہت بڑی چٹان کاٹ کر اُس میں کیلاش مندر کو بنانے میں کوئی دولاکھ ٹن پتھر باہر نکالنا پڑا۔

ایلورا کے مندر بھی کئی سو برس میں بن پائے۔ یہ غار اجنتا کی طرح نظروں سے اوجھل تو نہیں ہوئے لیکن ان کی اہمیت ختم ہوگئی تھی۔ جگہ جگہ مورتیاں ٹوٹ پھوٹ گئی تھیں۔ لیکن محکمہ آثار قدیمہ نے ان کی طرف توجہ کی اور اب اس جگہ کی رونق بھی بڑھ گئی ہے۔

— سید مبارز الدین رفعت

لفظ و معنی

آبشار	:	جھرنا، اونچی جگہ سے گرنے والا قدرتی پانی
مجسّمہ	:	مورتی
اِستُوپ	:	بدھ مذہب کی عبادت گاہ
بھکشو	:	بدھ مذہب کا درویش
صیقل	:	پالش، صفائی
مصوّر	:	تصویر بنانے والا
دل کش	:	دل کو لبھانے والا
پُرکھے	:	باپ، دادا، بزرگ
اوجھل	:	غائب، نگاہوں سے دور
محکمۂ آثار قدیمہ	:	حکومت کا وہ شعبہ جو پرانی تاریخی عمارتوں کی دیکھ بھال کرتا ہے۔

غور کیجیے

- اجنتا اور ایلورا کے غار قدیم چٹان سے بنے ہندوستانی فن اور فنِ تعمیر کی تاریخ میں ایک یادگار کارنامہ ہیں۔ وہ قدیم ہندوستان کی مذہبی، ثقافتی اور سماجی زندگی کے بارے میں انمول بصیرت فراہم کرتے ہیں، نیز ان کاریگروں کی ذہانت اور فن کارانہ صلاحیتوں کا ثبوت ہیں جنھوں نے یہ دل کش یادگاریں تخلیق کی ہیں۔

© NCERT not to be republished

ایلورا کے غار نمبر 16 میں کیلاش مندر دنیا کا سب سے بڑا پہاڑی معبد ہے۔ اسے ایک بڑی چٹان (Monolithic) کو تراش کر بنایا گیا ہے۔ کیلاش مندر دنیا کا خوب صورت ترین مندر ہے جو تعمیراتی معجزہ کاری وصناعی، تاریخی اہمیت، فنی جودت، جغرافیائی انفرادیت، اقتصادی غلبہ اور روحانی وراثت کی یادگار ہے۔ شان دار ایلورا غاروں کو 1983 میں یونیسکو کی عالمی ورثہ فہرست میں شامل کیا گیا۔

سوچیے اور بتائیے

i. اجنتا اور ایلورا کے غاروں کی انفرادیت کیا ہے؟

ii. غاروں میں روشنی کے انتظام کے لیے کون سی تکنیک اپنائی گئی تھی اور کیوں؟

iii. ان غاروں کی بازیافت کب اور کیسے ہوئی؟

iv. غار بنانے والوں کے ہاتھوں میں پتھر بھی موم ہو گیا۔ جملے کی وضاحت کیجیے۔

پڑھیے، سمجھیے اور لکھیے

- درج ذیل جملے کو غور سے پڑھیے:

"یہ غار بہت پرانے ہیں۔"

اس جملے میں 'غار' مبتدا ہے 'بہت پرانے ہیں' خبر ہے۔ کسی جملے میں ایک مبتدا اور ایک خبر ہو تو وہ جملہ 'مفرد جملہ' کہلاتا ہے۔ آپ پانچ مفرد جملے سبق سے تلاش کر کے لکھیے۔ یہ بھی بتائیے کہ جملے میں مبتدا کیا ہے اور خبر کیا ہے؟

.i ______

.ii ______

.iii ______

.iv ______

.v ______

- سبق میں 'بیل بوٹا' لفظ آیا ہے جو نقش و نگار کے معنی میں استعمال ہوا ہے، اسے 'مرکب لفظ' کہتے ہیں۔ ان لفظوں کو الگ الگ کر کے بھی استعمال کر سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر چاند تارے، تاج محل وغیرہ۔ اپنے ہم جماعتوں کے ساتھ بات چیت کیجیے اور نیچے دیے گئے مرکب الفاظ کے معنی اور ان کو الگ الگ جملوں میں استعمال کیجیے:

قوسِ قزح ______ ______

پن چکی ______ ______

بیل گاڑی ______ ______

الٹ پھیر ______ ______

- "زمانہ سدا ایک حال پر نہیں رہتا۔" اس جملے کا مفہوم ہے کہ زمانے میں وقت کے حساب سے اتار چڑھاؤ آتے رہتے ہیں۔ کبھی حالات سازگار ہوتے ہیں اور کبھی ناسازگار۔ نیچے دیے گئے جملوں کا مفہوم سمجھیے اور لکھیے:

© NCERT not to be republished

i. آہستہ آہستہ اس کی یاد مٹ گئی۔

ii. اپنے جذبے کی آنچ بھی اس میں شامل کر دی۔

iii. کیلاش مندر ایلورا کے غاروں کی جان ہے۔

iv. دیواروں پر مہاتما بدھ کے پچھلے جنموں کی کہانیاں تصویروں کی زبانی بیان کی گئی ہیں۔

- درج ذیل جدول میں دیے گئے حروف کی مدد سے غاروں کے نام تلاش کیجیے اور لکھیے:

i. ادے گیری　　ii. ____________

iii. ____________　　iv. ____________

v. ____________　　vi. ____________

ا	ج	ن	ت	ا	ت	ھ	م
د	س	و	ن	ب	ھ	د	ر
ے	ب	بھ	د	ا	م	ی	ا
گ	ل	ی	ع	ی	ب	ج	ی
ی	ع	م	ب	ل	ا	و	ل
ر	ص	ب	ا	ی	گ	ن	و
ی	چ	ی	د	ف	ھ	ا	ر
پ	ج	ٹ	ا	ن	ج	گ	ا
ا	ب	ک	م	ٹ	ا	ڑ	ح
ص	گ	ا	ی	ا	ی	ھ	ے

© NCERT not to be republished

- آپ کو معلوم ہے کہ جس فعل کا فاعل معلوم ہو، اُسے 'فعل معروف' کہتے ہیں اور جس فعل کا فاعل معلوم نہ ہو اُسے 'فعل مجہول' کہتے ہیں۔ درج ذیل جملوں کو فعل معروف میں تبدیل کیجیے:

i. غار میں ہر طرف روشنی کی گئی ہے۔ ____________

ii. یہاں ایک مندر بنوایا گیا تھا۔ ____________

iii. تصویروں کی زبانی بیان کی گئی ہے۔ ____________

iv. یہ قدرتی نہیں ہیں بلکہ چٹانوں کو کاٹ کر بنائے گئے ہیں۔ ____________

- سبق سے تلاش کر کے اسم خاص اور اسم عام کی چار چار مثالیں دیے گئے جدول میں لکھیے:

اسم خاص	اسم عام
i.	i.
ii.	ii.
iii.	iii.
iv.	iv.

گفتگو کیجیے

- ملک کی تاریخی اور ثقافتی عمارتوں کی اہمیت اور افادیت پر کمرۂ جماعت میں گروپ بنا کر گفتگو کیجیے۔
- "دیواروں پر مہاتما بدھ کے پچھلے جنموں کی کہانیاں تصویروں کی زبانی بیان کی گئی ہیں۔" آپ کے خیال میں دیواروں پر تصویروں کے ذریعے کہانی بیان کرنے کی روایت کس تاریخی یا ثقافتی ماحول کی نشان دہی کرتی ہے۔ دوستوں کے ساتھ گفتگو کیجیے اور اپنی رائے کا اظہار کیجیے۔
- آپ بصری اظہار (Visual Expression) کو زیادہ مؤثر سمجھتے ہیں یا تحریری اظہار کو؟ ساتھیوں کے ساتھ تبادلۂ خیال کیجیے۔

© NCERT not to be republished

تجزیہ کیجیے

دیے گئے ویب لنکس کی مدد سے اجنتا اور ایلورا کے بارے میں مطالعہ کیجیے۔ دونوں غاروں کا موازنہ کیجیے۔

https://culture.gov.in/ellora-caves

https://culture.gov.in/ajanta-caves

پروجیکٹ

- محکمۂ آثار قدیمہ ملک کی قومی اہمیت کی یادگاروں اور ثقافتی مقامات کی حفاظت کرتا ہے۔ اس نے ملک کی بہت سی تاریخی عمارتوں کو اس میں شامل کیا ہے۔ چند تاریخی عمارتوں کے بارے میں ایک پروجیکٹ تیار کیجیے جس میں اُن کا مختصر تعارف، تہذیبی اہمیت اور تصاویر شامل ہوں۔

تخلیقی اظہار

- ہندوستانی تہذیب و ثقافت کے اہم پہلوؤں کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنی پسند کے کسی موضوع پر ایک مضمون لکھیے۔ آپ اپنے استاد یا بڑوں کی مدد لے سکتے ہیں۔
- اپنے صوبے کی ایسی عمارت کی تاریخی اور تہذیبی اہمیت کے بارے میں لکھیے جو محکمۂ آثار قدیمہ کی فہرست میں شامل ہو۔

عملی کام

- لائبریری سے سکندر علی وجد کی نظم 'اجنتا' حاصل کیجیے اور اسے پڑھیے۔

© NCERT not to be republished

اضافی مطالعہ

- جس طرح یونیسکو (UNESCO) دنیا کی نادر تاریخی عمارتوں کو اپنے انڈیکس میں عالمی سطح پر شامل کر کے ان کی حفاظت کرتا ہے، اسی طرح ہندوستان کا محکمۂ آثارِ قدیمہ قومی سطح پر ملک کی تاریخی اور تہذیبی عمارتوں کی فہرست بنا کر ان کے تحفظ کا انتظام کرتا ہے۔
- تاریخی مقامات پر جگہ جگہ بورڈ نصب کیے جاتے ہیں، جس پر اُس مخصوص جگہ کی تفصیل درج ہوتی ہے۔ بیشتر جگہوں پر یہ بورڈ، بریل میں بھی ہوتے ہیں۔ اکثر و بیشتر جگہ کیو آر کوڈ بھی موجود ہوتا ہے۔ اسے اسکین کر کے کیو آر کوڈ ریڈر کی مدد سے معلومات حاصل کی جاسکتی ہیں۔

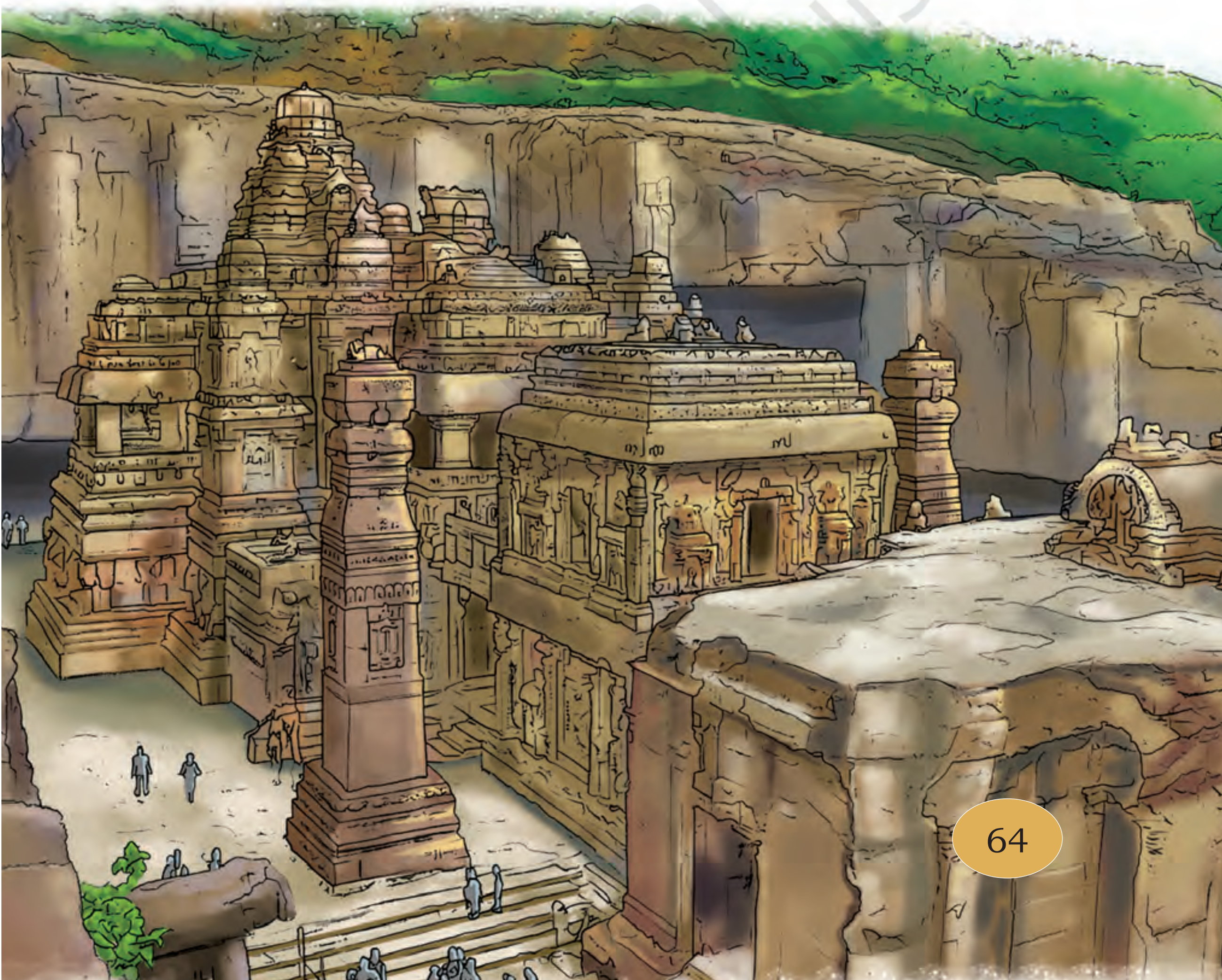

مالی خواندگی

مالی خواندگی اس فہم وشعور کا نام ہے جس کے ذریعے انسان اپنے مالی وسائل کو عقل مندی سے استعمال کرتا ہے۔ اپنے محفوظ مستقبل کے لیے اپنی آمدنی کے ایک حصے کی بچت کرتا ہے اور بہتر سرمایہ کاری سے اس رقم میں اضافہ کرتا رہتا ہے تا کہ دستیاب مالی وسائل اور سہولتوں سے زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل ہو سکے۔ مالی معاملات کا شعور انسان کو نہ صرف انفرادی طور پر خود مختار بناتا ہے بلکہ اس کی اجتماعی فلاح وبہبود کو بھی یقینی بناتا ہے۔ مالی خواندگی خوش حال اور پُراعتماد زندگی کی کنجی ہے جو ہر فرد کو اپنی قسمت سنوارنے کا حوصلہ اور اختیار عطا کرتی ہے۔

مالی خواندگی کے اصول اِس خیال پر مبنی ہیں کہ مال ہمارا خادم ہے، حاکم نہیں۔ مال و دولت انسانی زندگی کا لازمی حصہ ہیں جن کے ذریعہ انسان اپنی ضرورتیں پوری کرتا ہے۔ ہر شخص پیسہ کماتا ہے مگر عقل مند وہ ہے جو اس کے استعمال کا طریقہ بھی جانتا ہے۔ پیسے کے درست استعمال کے لیے مالی خواندگی کے بعض اہم نکات کا خیال رکھنا ضروری ہے:

اوّل، خرچ کرنا (spending) یعنی خرچ کرنا مالی خواندگی کا ایک بنیادی پہلو ہے۔ کسی چیز یا خدمت کے حصول کے لیے ہمیں پیسہ خرچ کرنا ہی پڑتا ہے مگر مالی خواندگی ہمیں یہ سکھاتی ہے کہ پیسہ سوچ سمجھ کر کیسے خرچ کیا جائے۔

خرچ کرنے سے پہلے ہمیں ضرورت اور خواہش کے فرق کو سمجھنا چاہیے اور حتی الامکان صرف ان چیزوں پر ہی پیسہ خرچ کرنا چاہیے جن کی واقعی ضرورت ہو۔ اس کے لیے قیمت (Price) اور ان کی حقیقی قدر (Value) کا موازنہ لازمی ہے۔ ممکن ہو تو سامان خریدنے سے قبل مختلف دکانوں یا آن لائن ذرائع سے قیمتوں کا تقابل کرلینا چاہیے۔ آمدنی اور اخراجات کا باقاعدہ ریکارڈ رکھنا چاہیے۔ آج کل موبائل فون میں اس مقصد کے لیے مختلف ایپ موجود ہیں۔

یہ وہ نکات ہیں جو خرچ کرنے کا بنیادی شعور فراہم کرتے ہیں۔ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ قرض لے کر خرچ کرنے سے حتی الامکان گریز کرنا چاہیے کیوں کہ قرض ایک ذمہ داری ہے آسائش نہیں۔

دوسرا ہے بچت (Savings) یعنی بچت ہمارے مستقبل کو محفوظ بنانے، اچانک پیش آنے والی ضرورتوں سے نمٹنے اور خاص مواقع کی تیاری کے لیے نہایت ضروری ہے۔ بچت وہ رقم ہے جو آمدنی سے اخراجات پورا کرنے کے بعد ہمارے پاس باقی رہ جاتی ہے۔ مالی خواندگی ہمیں نہ صرف پیسہ بچانے کی اہمیت سے آگاہ کرتی ہے بلکہ یہ بھی سکھاتی ہے کہ کس طرح مؤثر انداز میں بچت کی جائے۔ بچت کرنا صرف کسی خاص موقع کے لیے ہی نہیں بلکہ یہ ہماری روزمرہ زندگی کا ایک مستقل حصہ ہونا چاہیے تاکہ ہم اپنے طویل مدتی مالی مقاصد کو پورا کرسکیں۔ بچت کے سلسلے میں چند باتوں کا لحاظ رکھنا ضروری ہے:

ہمیں ماہانہ آمد و خرچ کا درست اندازہ ہونا چاہیے اور اس بات کو یقینی بنانا چاہیے کہ آمدنی سے اخراجات پورے کرنے کے بعد ایک معقول رقم بچائی جاسکے۔ اگر کسی خاص مقصد کے لیے بچت لازمی ہو تو اس مقصد کے مطابق مطلوبہ رقم کا درست اندازہ ہونا چاہیے۔ بچت کے لیے پہلے عموماً گلک کا استعمال ہوتا تھا لیکن اب یہ رقم بینک اکاؤنٹ میں جمع کی جاتی ہے۔

بینک اور ڈاک خانہ ہمارے مالی نظام کے نہایت اہم ادارے ہیں جو لوگوں کو اپنی رقم محفوظ رکھنے، لین دین کرنے اور مستقبل کے لیے بچت کرنے کی سہولت فراہم کرتے ہیں۔ آج یہ ادارے شہری اور دیہی علاقوں میں زندگی کا لازمی حصہ بن چکے ہیں۔ ان کے ذریعے لوگ اپنی بچت محفوظ رکھتے ہیں اور مختلف اسکیموں کے ذریعے منافع بھی کماتے ہیں۔ دیہی علاقوں میں جہاں بینکوں کی سہولت محدود ہوتی ہے وہاں ڈاک خانہ لوگوں کو بچت کھاتہ، بیمہ اور ٹرم ڈپازٹ کی سہولتیں فراہم کرتا ہے۔ حکومت کی متعدد فلاحی اسکیموں کی رقم بھی ڈاک خانے کے ذریعے عوام تک پہنچتی ہے۔

© NCERT not to be republished

بینک میں لوگوں کی ضرورت اور سہولت کے مطابق مختلف قسم کے کھاتے (Accounts) کھولے جاسکتے ہیں۔ ہر کھاتے کی اپنی خصوصیات اور فوائد ہوتے ہیں۔ مثلاً بچت کھاتہ (Savings Account) عام لوگوں کے لیے کھولا جاتا ہے تا کہ وہ اپنی آمدنی کا کچھ حصہ محفوظ رکھ سکیں۔ اس پر کچھ منافع بھی ملتا ہے اور ضرورت کے وقت رقم نکالنے کی سہولت بھی ہوتی ہے۔

چالو کھاتہ (Current Account) زیادہ تر کاروباری افراد یا اداروں کے لیے ہوتا ہے۔ اس میں لین دین کی کوئی مقدار متعین نہیں ہوتی لیکن اس پر منافع نہیں دیا جاتا۔

فکسڈ ڈپازٹ کھاتہ (Fixed Deposit Account) میں رقم ایک خاص مدت کے لیے جمع کرائی جاتی ہے۔ اس پر نفع کی شرح دیگر کھاتوں سے زیادہ ہوتی ہے۔

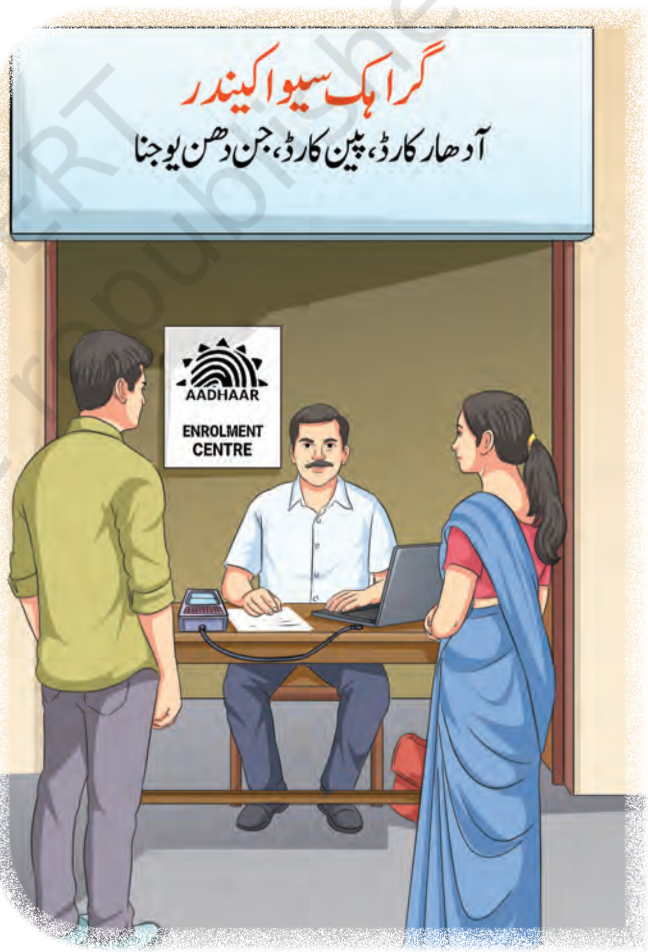

عوام کی معاشی فلاح و بہبود کے لیے حکومت مختلف اسکیموں کا نفاذ بھی بینک اور ڈاک خانہ کے ذریعہ کرتی ہے۔ ان میں چند اہم اسکیمیں ہیں جیسے پردھان منتری جن دھن یوجنا، پردھان منتری مُدرا یوجنا، پردھان منتری جیون جیوتی بیمہ یوجنا، پردھان منتری سرکشا بیمہ یوجنا، اٹل پنشن یوجنا وغیرہ۔

تیسرا اور اہم پہلو سرمایہ کاری (Investing) ہے۔ سرمایہ کاری سے مراد اپنی بچت کو مختلف مالی ذرائع، جیسے بیمہ پالیسی، بینک کھاتہ، پبلک پراویڈنٹ فنڈ اور میوچوئل فنڈ وغیرہ میں لگانا ہے تا کہ مزید آمدنی کی صورت پیدا ہو سکے۔ پیسے کی گردش اس کی افزائش کا سبب بنتی ہے اور اس سے معیشت میں

حرکت اور جان پیدا ہوتی ہے۔ مالی خواندگی یہ سمجھنے میں مدد دیتی ہے کہ سرمایہ کاری کے کون سے طریقے ہمارے لیے زیادہ موزوں ہیں نیز ہر طریقے کے فوائد و نقصانات کا تجزیہ کر کے زیادہ سے زیادہ منافع کس طرح حاصل کیا جاسکتا ہے؟ غور و فکر کے بغیر سرمایہ کاری ایسے ہی ہے جیسے بیج کو زمین میں بوئے بغیر فصل کی امید رکھنا۔

ہمیں سرمایہ کاری کی مروجہ صورتوں کا علم ہونا چاہیے۔ ساتھ ہی یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ کون سی صورت ہمارے لیے زیادہ موزوں اور محفوظ ہے۔ سرمایہ کاری سے حاصل ہونے والی آمدنی کے ساتھ اس میں شامل ممکنہ خطرات (Probable Risks) کا اندازہ بھی لازمی ہے۔ کسی ہنگامی صورت حال میں سرمایہ میں لگائی گئی رقم واپس حاصل کرنے کے امکانات کے بارے میں بھی معلوم ہونا چاہیے۔

سب سے اہم اصول یہ ہے کہ مالی فیصلوں میں غور و فکر کو ترجیح دی جائے اور جذبات کو قابو میں رکھا جائے۔ لالچ، ڈر یا دوسروں کی نقل وغیرہ مالی تباہی کی بنیاد ہیں۔ مالی خواندگی کا اصل مقصد یہی ہے کہ انسان پیسے کے بارے میں عقل سے کام لے، جذبات سے نہیں۔

ہم ایک ایسے دور میں جی رہے ہیں جہاں سکّوں کی جھنکار اور نوٹوں کی چمک کی جگہ موبائل اسکرین نے لے لی ہے۔ پیسہ اب جیب کے ساتھ ساتھ مختلف ایپ، آن لائن بینک کاری، یو پی آئی، کریڈٹ کارڈ اور ڈیجیٹل ویلیٹ کے ذریعے انگلیوں کے لمس تک سمٹ آیا ہے۔ یہ نیا دور بے شک سہولتوں سے بھرا ہے مگر ساتھ ہی سمجھ داری اور احتیاط کا بھی تقاضا کرتا ہے۔ ڈیجیٹل مالی خواندگی دراصل ہمارے عہد کی ضرورت ہے۔ اب یہ کافی نہیں ہے کہ ہم صرف خرچ، بچت اور سرمایہ کاری کے اصول جانیں۔ ہمیں یہ بھی معلوم

ہونا چاہیے کہ کس طرح آن لائن محفوظ رہا جائے، دھوکے سے کیسے بچا جائے اور روزمرہ کے لین دین کو کس طرح سمجھا جائے۔ مالی طور پر خواندہ شخص اپنے موبائل میں بینک کھاتے کا استعمال ڈیجیٹل لین دین کے نظام کو سمجھ کر کرتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ کسی لنک پر آنکھ بند کر کے کلک نہیں کرنا چاہیے، او ٹی پی کسی کے ساتھ شیئر نہیں کرنا چاہیے اور ہر ایپ کی اجازت (Permission) کو جانچنا ضروری ہے۔

ڈیجیٹل مالیاتی نظام نے جہاں آسانیاں پیدا کی ہیں، وہیں اس کے ساتھ خدشات کا ایک نیا باب بھی کھل گیا ہے۔ سب سے پہلا خطرہ ہے سائبر فراڈ یعنی جعلی لنک، جعلی ایپ، فشنگ میل اور فریب دہ فون کال کے ذریعے لوگوں کے اکاؤنٹ سے رقم اڑائی جاتی ہے۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ سب سے زیادہ متاثر وہی لوگ ہوتے ہیں جو ٹیکنالوجی سے واقف تو ہیں مگر محتاط نہیں ہیں۔

مالی خواندگی معیشت کو مالی شمولیت (Financial Inclusion) کی طرف لے جاتی ہے یعنی ایک ایسے نظام کی طرف جہاں ہر شخص، چاہے وہ گاؤں کا رہنے والا ہو یا شہر کا، مالیاتی سہولتوں تک برابر رسائی رکھتا ہے۔ سوچیے، اگر کسی کے پاس آمدنی تو ہے مگر بینک اکاؤنٹ نہیں، بچت کی خواہش تو ہے مگر ذریعہ نہیں تو وہ اپنی محنت کے باوجود معاشی ترقی میں پیچھے رہ جائے گا۔ مالی شمولیت اسی محرومی کو ختم کرنے کا عمل ہے۔

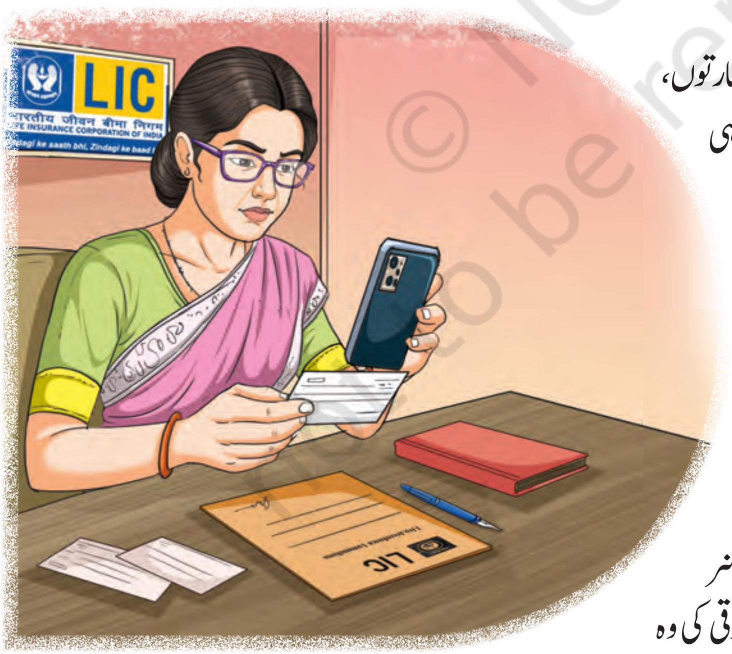

کسی ملک کی ترقی صرف بلند و بالا عمارتوں، کشادہ سڑکوں یا صنعتی کارخانوں سے ہی متعین نہیں ہوتی بلکہ اُس کے شہریوں کے مالی معاملات کے شعور اور ذمہ داری سے بھی طے ہوتی ہے۔ خوش حال قوم وہ ہوتی ہے جس کے افراد اچھی مالی فہم رکھتے ہوں۔ اپنے وسائل کو سمجھ داری سے استعمال کرتے ہوں۔ بچت اور سرمایہ کاری کے ذریعے ملکی معیشت کو مستحکم بنانے کا ہنر جانتے ہوں۔ دراصل، مالی خواندگی قومی ترقی کی وہ

© NCERT not to be republished

بنیاد ہے جو عوام اور معیشت کے درمیان اعتماد اور استحکام کی راہ ہموار کرتی ہے۔

جب ایک عام شہری بینک کے نظام کا حصہ بنتا ہے، بیمہ اور بچت اسکیموں میں شامل ہوتا ہے تو وہ اپنی زندگی کو محفوظ بنانے کے ساتھ ہی ملک کے مالیاتی نظام کو بھی مضبوط کرتا ہے۔ مالی طور پر باشعور افراد اپنی آمدنی کو بہتر طریقے سے منظم کرتے، باقاعدگی سے ٹیکس ادا کرتے اور کاروبار یا سرمایہ کاری کے ذریعے روزگار کے نئے مواقع پیدا کرتے ہیں۔ اس طرح مالی خواندگی فرد کی خوش حالی کے ساتھ ساتھ اجتماعی ترقی اور معاشی خود کفالت کی ضمانت بن جاتی ہے۔مزید برآں، مالی خواندگی بدعنوانی، قرضوں کے دباؤ اور غیر ذمہ دارانہ خرچ میں کمی لاتی ہے، جس سے ملکی معیشت میں شفّافیت، نظم و ضبط اور اعتماد پیدا ہوتا ہے۔ایک مالی طور پر باشعور قوم زیادہ خود مختار، منظم اور ترقی یافتہ ہوتی ہے۔اگر ہم واقعی ایک خوش حال، مستحکم اور مضبوط قوم بننے کا خواب دیکھتے ہیں تو ہمیں مالی خواندگی کو اپنے تعلیمی نظام، سرکاری پالیسیوں اور عوامی شعور کا لازمی جزو بنانا ہوگا۔یہی وہ راستہ ہے جو ہمیں پائیدار ترقی، انصاف پر مبنی معیشت اور اجتماعی خوشحالی کی منزل تک پہنچا سکتا ہے۔

— ادارہ

لفظ و معنی

فہم	سمجھ، عقل، شعور
سرمایہ کاری	سرمایہ لگانا، پیسہ لگانا
اجتماعی	مجموعی طور پر
فلاح	بھلائی، نیکی، سلامتی
بہبود	بہتری، فائدہ، نفع
خود مختار	آزاد، بااختیار
حصول	حاصل، فائدہ، نفع
حتی الامکان	بساط بھر، جہاں تک ممکن ہو
گریز	بچنا، پرہیز
آسائش	آرام، راحت
درکار	مطلوب، ضرورت، خواہش
نِکات	نکتہ کی جمع، باریکیاں
افادیت	فائدہ
سرگرم	فعال، کسی کام میں مشغول
صارف	خرچ کرنے والا
خدشات	خدشہ کی جمع، اندیشے
استحصال	ناجائز طور پر فائدہ اُٹھانا

© NCERT not to be republished

معیشت : معاشی نظام

رسائی : پہنچ، دسترس

منصفانہ : انصاف کے مطابق، دوٹوک

مستحکم : مضبوط، پختہ

استحکام : مضبوطی، پختگی

خودکفالت : اپنی ذمہ داری، اپنی ضرورت آپ پوری کرنے کا عمل

شفافیت : بہت زیادہ صفائی، آر پار نظر آجائے

پائیدار : مضبوط، پختہ

غور کیجیے

- مالی خواندگی پیسے کا صحیح استعمال، بچت، سرمایہ کاری، مالی منصوبہ بندی اور مالی تحفظ کا علم و شعور پیدا کرتی ہے۔ آج دنیا کے بدلتے ہوئے مالی نظام میں مالی خواندگی کی ضرورت اور اہمیت روز بروز بڑھتی جا رہی ہے۔ صرف پیسہ کمانا کافی نہیں ہے بلکہ یہ شعور بھی ضروری ہے کہ اسے خرچ کیسے کیا جائے، بچت، آمدنی اور خرچ میں توازن کیسے قائم رکھا جائے اور قرض سے بچ کر مستقبل کے لیے کیسے رقم محفوظ کی جائے۔

- بینکوں کے علاوہ ڈاک خانے بھی وہی سہولیات فراہم کرتے ہیں جو بینکوں میں ہوتی ہیں۔ ڈاک خانوں کی خدمات دیہی اور شہری دونوں جگہوں پر پائی جاتی ہیں۔ دیہی علاقوں میں بینک کے ساتھ ساتھ ڈاک خانے بھی لوگوں کو بچت، قرض اور دوسری سہولتیں فراہم کرتے ہیں۔

© NCERT not to be republished

سوچیے اور بتائیے

i. مالی خواندگی کی ضرورت موجودہ دور میں کیوں بڑھ گئی ہے؟

ii. سامان کی خریداری کرتے وقت کون سے بنیادی نکات کا خیال رکھنا چاہیے؟

iii. بچت کے کون سے طریقے زیادہ کار آمد ہیں اور کیوں؟

iv. ورچوئل(Virtual) لین دین سے آپ کیا سمجھتے ہیں؟اس میں کیا خطرات پیش آسکتے ہیں؟

v. بینکوں کے علاوہ اور کون سے ادارے ہیں جو بچت کی اسکیمیں فراہم کرتے ہیں؟

vi. بیمہ اچانک پیش آنے والے حادثات یا بیماری کے وقت کس طرح مدد کرتا ہے؟

vii. بینک میں کتنے قسم کے کھاتے کھلوائے جاسکتے ہیں اور ان کے درمیان کیا فرق ہے؟

عبارت کی تفہیم

- نیچے دیے گئے جملوں کا مفہوم واضح کیجیے:

i. ”مال ہمارا خادم ہے، حاکم نہیں۔“

ii. ”سکّوں کی جھنکار اور نوٹوں کی چمک کی جگہ موبائل اسکرین نے لے لی ہے۔“

iii. ”سب سے زیادہ متاثر وہی لوگ ہوتے ہیں جو ٹیکنالوجی سے واقف تو ہیں مگر محتاط نہیں ہیں۔“

iv. ”ایک مضبوط قوم وہ ہوتی ہے جس کے افراد مالی معاملات میں باشعور رہوں۔“

پڑھیے، سمجھیے اور لکھیے

- اکثر بات میں زور پیدا کرنے کے لیے بیک وقت دو متضاد یا دو ہم معنی یا مترادف الفاظ کے درمیان حرفِ عطف 'و' استعمال کیا جاتا ہے جیسے نشیب و فراز، شب و روز، عیش و آرام اور خوش و خرم وغیرہ۔

ایسے پانچ متضاد اور مترادف الفاظ کے جوڑے تلاش کرکے نیچے جدول لکھیے جن کے درمیان حرف عطف 'و' استعمال کیا گیا ہو:

حرفِ عطف 'و' والے مترادف الفاظ	حرفِ عطف 'و' والے متضاد الفاظ
1۔ ______________	______________
2۔ ______________	______________
3۔ ______________	______________
4۔ ______________	______________
5۔ ______________	______________

- آپ نے دیکھا ہوگا کہ دکان دار اپنا روزانہ کے کاروبار کا حساب لکھنے کے لیے لال رنگ کی ایک ضخیم کاپی استعمال کرتے ہیں اِسے 'بہی کھاتہ' کہا جاتا ہے۔ انگریزی میں اسے 'اکاؤنٹ رجسٹر' کہتے ہیں۔ مالی امور میں بہت سے انگریزی کے الفاظ رائج ہیں جن کے متبادل اردو میں موجود ہیں۔ مثال کے طور پر اکاؤنٹ کے لیے کھاتہ اور سیونگ اکاؤنٹ کے لیے بچت کھاتہ۔ اپنے ہم جماعت ساتھیوں سے گفتگو کیجیے اور پانچ الفاظ معلوم کرکے نیچے لکھیے۔ اردو یا کسی اور زبان میں ان کے متبادل بھی لکھیے:

1۔ ________________________________

2۔ ________________________________

3۔ ________________________________

4۔ ________________________________

5۔ ________________________________

© NCERT not to be republished

پروجیکٹ

- حکومت نے روزگار کے مواقع فراہم کرنے اور کاروبار کو فروغ دینے کے لیے کئی یوجنائیں شروع کی ہیں تا کہ ملک کی معیشت ترقی کرے اور بے روزگاری کا مسئلہ حل ہو۔ ان میں کچھ یوجناؤں کے نام نیچے دیے گئے ہیں۔ ایک چارٹ بنا کر ہر ایک کے مقاصد کی نشان دہی کیجیے۔ (آپ انٹرنیٹ کی مدد لے سکتے ہیں۔)

i. سُوکنیا سمردھی یوجنا
ii. پردھان منتری جن دھن یوجنا
iii. نرامیہ (Niramaya)
iv. جیون جیوتی بیمہ یوجنا
v. کسان سمّان نِدھی یوجنا
vi. اٹل پنشن یوجنا

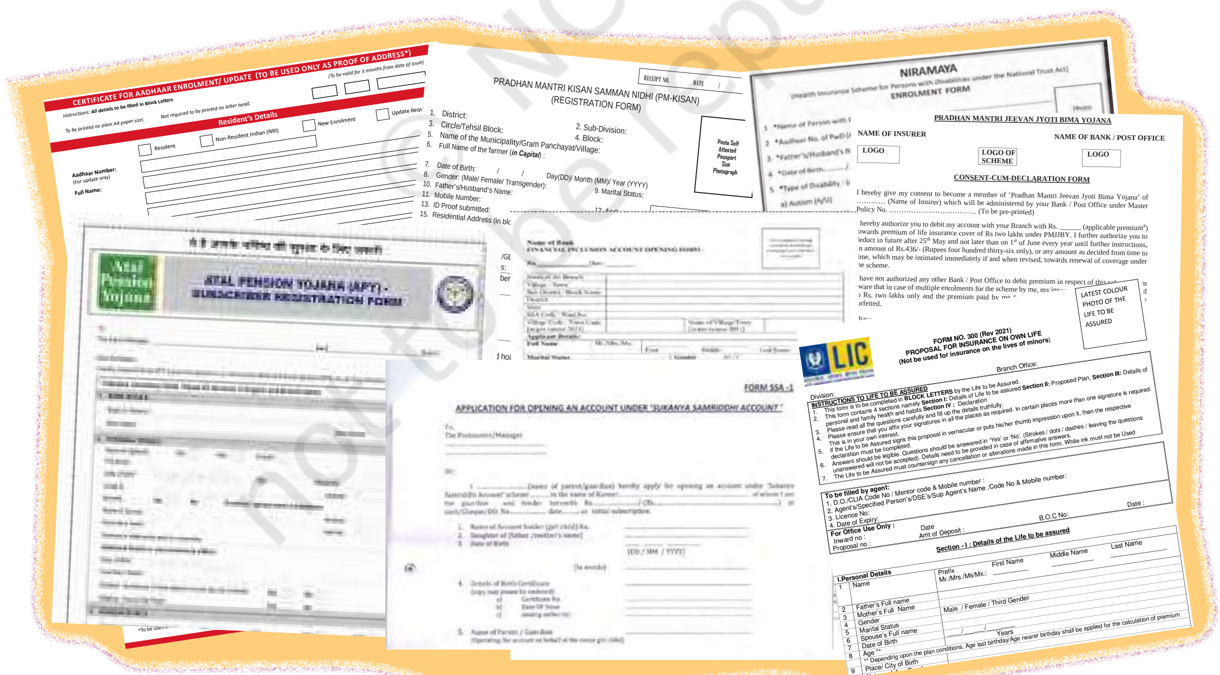

© NCERT not to be republished

گفتگو کیجیے

- آمدنی اور خرچ کے مطابق منصوبہ بندی کو بجٹ بنانا کہتے ہیں۔ بجٹ ہر سطح پر بنایا جاتا ہے۔ قومی سطح، صوبائی سطح اور ضلعی سطح پر حکومتیں بجٹ بناتی ہیں۔ ادارہ جاتی سطح پر بھی ترقیاتی کاموں کے لیے بجٹ بنانا ضروری ہوتا ہے۔ گھروں میں بھی آمدنی، خرچ اور بچت کا حساب رکھنا مفید ہوتا ہے۔ آپ کو جیب خرچ کے لیے، تہواروں یا سالگرہ پر جو پیسے ملتے ہیں ان کے خرچ کا منصوبہ آپ کس طرح بناتے ہیں اور بچت کے لیے کیا طریقہ استعمال کرتے ہیں۔ اپنے ہم جماعت ساتھیوں سے گفتگو کیجیے۔

تخلیقی اظہار

- فرض کیجیے آپ اپنے والدین کے ساتھ بینک میں کھاتہ کھلوانے گئے ہیں۔ اپنے اس تجربے کو ایک مختصر مضمون کی شکل میں لکھیے جیسے کھاتہ کھلوانے کے لیے کن مراحل سے گزرنا پڑا اور کن دستاویزات کی ضرورت پیش آئی وغیرہ۔
- دور دراز علاقے میں رہنے والی اپنی بہن کو خط لکھ کر خرید و فروخت کے جدید ذرائع سے آگاہ کیجیے، ساتھ ہی احتیاطی تدابیر بھی بتائیے۔

عملی کام

- مختلف اسکیموں اور منصوبوں کی فہرست سازی کیجیے جنھیں حکومت کی طرف سے ملک کی ترقی و بہبود کے لیے چلایا جا رہا ہے۔

© NCERT not to be republished

کرشنا سوبتی

1925 – 2019

کرشنا سوبتی کا اصل نام وی. ایس کرشنا سوبتی ہے۔ وہ ایک مشہور افسانہ نگار، مضمون نگار اور مصنفہ تھیں۔ ان کی تعلیم شملہ اور دہلی میں ہوئی۔ تقسیم ہند کے بعد انھوں نے راجستھان کے مہاراجہ تیج سنگھ کے یہاں بطور افسر انتظامیہ کام کیا۔ 1980 تک وہ دہلی انتظامیہ کے محکمۂ تعلیم بالغان میں ایڈیٹر رہیں۔

کرشنا سوبتی نے 1950 کی دہائی کے آغاز میں افسانے لکھنے شروع کیے اور جلد ہی ادبی دنیا میں اپنی شناخت قائم کر لی۔ ان کا پہلا ناول ’ڈار سے بچھڑی‘ 1958 میں شائع ہوا جو بہت مقبول ہوا۔ اس کے علاوہ ’مِتّرو مر جانی‘، ’یاروں کے یار‘، کافی مشہور ہوئے، انھوں نے انسانی قدروں کے زوال، استحصال زدہ طبقے اور خصوصاً عورت اور مرد کے تعلقات کی پیچیدگیوں کو اپنا موضوع بنایا۔

ان کی کہانیوں کے مجموعوں میں ’بادلوں کے گھیرے‘، ’سورج مکھی‘ اور ’اندھیرے‘ شامل ہیں۔ ناولوں میں ’زندگی نامہ‘، ’دل و دانش‘، ’اے لڑکی‘ وغیرہ اہم نام ہیں۔ ’ہم حشمت‘ ان کی یادداشت ہے۔ انھیں ’گیان پیٹھ ایوارڈ‘ اور ’ساہتیہ اکادمی ایوارڈ‘ اعزازات سے نوازا گیا۔ ’میاں نصیر الدین‘ ان کے ہندی مجموعے ہم حشمت سے لیا گیا ہے۔

© NCERT not to be republished

4901CH06

میاں نصیر الدین

صاحبو! اس روز ہم مٹیا محل کی طرف سے نہ گزرتے تو سیاست، ادب اور فن کے ہزارہا مسیحاؤں کے دھوم دھڑکے ؐمیں نان بائیوں کے مسیحا میاں نصیر الدین کو کیسے پہچانتے؟ اور کیسے اٹھاتے لطف ان کے مسیحائی انداز کا!

ہوا یہ کہ ہم ایک دوپہر جامع مسجد سے لگے ہوئے محلّے مٹیا محل کے گڑھیّے محلے کی طرف نکل گئے۔ ایک نہایت معمولی اندھیری سی دکان پر پٹاپٹ آٹے کا ڈھیر گندھتے دیکھ ٹھٹکے۔ سوچا، سِوَیّوں کی تیاری ہو گی۔

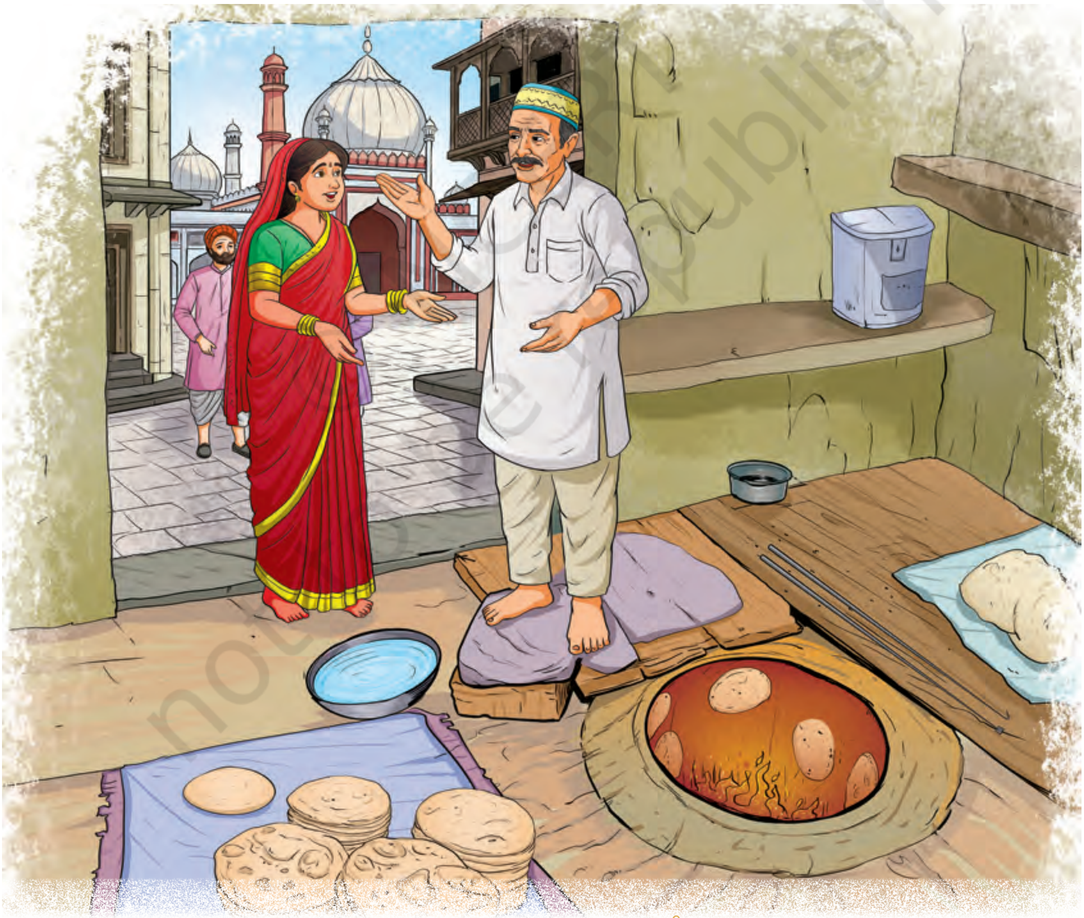

not to be republished

مگر پوچھنے پر معلوم ہوا خاندانی نان بائی میاں نصیر الدین کی دکان پر کھڑے ہیں۔ میاں مشہور ہیں، چھپن قسم کی روٹیاں پکانے کے لیے۔

ہم نے جو اندر جھانکا تو پایا کہ میاں چارپائی پر بیٹھے مزہ لے رہے ہیں۔ موسموں کی مار سے پکا چہرہ، آنکھوں میں کائیاں، بھولا پن اور پیشانی پر منجھے ہوئے کاریگر کے تیور۔

ہمیں گاہک سمجھ کر میاں نے نظر اٹھائی ـــــــ "فرمایئے!"

جھجک کر کہا: "آپ سے کچھ سوال پوچھنے تھے۔ آپ کو وقت ہو تو..."

میاں نصیر الدین نے پنج ہزاری انداز میں سر ہلایا: "نکال لیں گے وقت تھوڑا۔ مگر یہ تو کہیے کہ آپ کو پوچھنا کیا ہے؟"

پھر گھور کر دیکھا اور بولے: "میاں! کہیں اخبار نویس تو نہیں ہو؟ یہ تو کھوجیوں کا شوق ہے۔ ہاں! کام کاجی آدمی کو اس سے کیا غرض؟ خیر! آپ نے یہاں تک آنے کی زحمت اٹھائی ہی ہے تو پوچھیے، کیا پوچھنا چاہتے ہیں؟"

"پوچھنا یہ تھا کہ قسم قسم کی روٹیاں پکانے کا علم آپ نے کہاں سے حاصل کیا؟"

میاں نصیر الدین نے آنکھوں کے ڈھیلے ہم پر جمادیے۔ پھر تریر کر بولے: "کیا مطلب؟ بھلا بتایئے صاحب، نان بائی علم حاصل کرنے کے لیے کہیں اور جائے گا؟ کیا نگینہ ساز کے پاس؟ کیا آئینہ ساز کے پاس؟ کیا مینا ساز کے پاس؟ کیا فرمایا صاحب؟ یہ تو ہمارا خاندانی پیشہ ٹھہرا۔ ہاں علم کی بات پوچھیے تو جو کچھ بھی سیکھا اپنے والد استاد سے ہی۔ مطلب یہ کہ ہم گھر سے نہ نکلے کہ کوئی پیشہ اختیار کریں گے۔ جو باپ دادا کا ہنر تھا وہی ان سے پایا اور والد مرحوم کے اُٹھ جانے پر آبیٹھے انھیں کے ٹھیے پر۔"

"آپ کے والد....؟"

میاں نصیر الدین کی آنکھیں پل بھر کے لیے کسی بھٹی میں گم ہوگئیں۔ لگا گہری سوچ میں ہیں۔ پھر سر ہلایا: "کیا آنکھوں کے سامنے چہرہ زندہ ہوگیا! ہاں! ہمارے والد صاحب مشہور تھے، میاں برکت شاہی نان بائی گڑھیّا والے کے نام سے اور ان کے والد یعنی کہ ہمارے دادا صاحب تھے اعلیٰ نان بائی میاں کلّن!"

”آپ کو ان دونوں میں سے کسی کی کوئی نصیحت یاد ہے؟“

”نصیحت کاہے کی میاں! کام کرنے سے آتا ہے، نصیحتوں سے نہیں، ہاں!“

”بجا فرمایا ہے۔ مگر یہ تو بتائیے کہ جب آپ (ہم نے بھٹّی کی طرف اشارہ کیا) اس کام پر لگے تو والد صاحب نے کچھ نہ کچھ ہدایت تو دی ہوگی!“

نصیر الدین صاحب نے گلا صاف کیا اور بڑے انداز سے بولے: ”اگر آپ کو کچھ کہلوانا ہی ہے تو بتائے دیتے ہیں۔ آپ جانیں، جب بچّہ استاد کے یہاں پڑھنے بیٹھتا ہے تو استاد کہتا ہے: ”کہہ الف!“

بچہ کہتا ہے: ”الف“

استاد کہتا ہے: ”کہہ ب“

بچہ کہتا ہے: ”ب“

”کہہ جیم!“

بچہ کہتا ہے: ”جیم“

سمجھے صاحب! ایک تو پڑھائی اس طرح ہوتی ہے۔ اور دوسری — “بات بیچ میں چھوڑ کر سامنے سے گزرنے والے میر صاحب کو آواز دے ڈالی: ”کہو بھائی میر صاحب! صبح نہ آنا ہوا۔ مگر کیوں؟“

میر صاحب نے سر ہلایا: ”میاں! ابھی لوٹ کر آتے ہیں تو بتائیں گے۔“

”آپ دوسری پڑھائی کے بارے میں کچھ کہہ رہے تھے نا؟“

اس بار میاں نصیر الدین نے یوں سر ہلایا جیسے سقراط ہوں — ”ہاں! ایک دوسری پڑھائی بھی ہوتی ہے۔ سنیے! اگر بچے کو بھیجا مدرسے تو بچہ...

نہ کچی میں بیٹھا

نہ بیٹھا وہ پکی میں

نہ دوسری میں —

اور جا بیٹھا تیسری میں۔ ہم یہ پوچھیں گے کہ ان تین جماعتوں کا کیا ہوا؟ کیا ہوا ان تین کلاسوں کا؟“

اپنا خیال تھا کہ میاں نصیر الدین نان بائی اپنی بات کا نچوڑ بھی نکالیں گے مگر وہ ہم ہی پر نشانہ سادھتے رہے۔ ”آپ ہی بتائیے... ان دو تین جماعتوں کا ہوا کیا؟“

”یہ بات میری سمجھ سے باہر ہے۔“

اس بار شاہی نان بائی میاں کلن کے پوتے اپنے بچے کھچے دانتوں سے کھلکھلا کر ہنس دیے۔

”مطلب میرا کیا صاف نہ تھا۔ لو صاحبو! ابھی صاف ہوا جاتا ہے۔ ذرا سی دیر کو مان لیجیے...

ہم برتن دھونا نہ سیکھتے

ہم بھٹّی بنانا نہ سیکھتے

بھٹّی کو آنچ دینا نہ سیکھتے

تو کیا ہم سیدھے سیدھے نان بائی کا ہنر سیکھ جاتے؟“

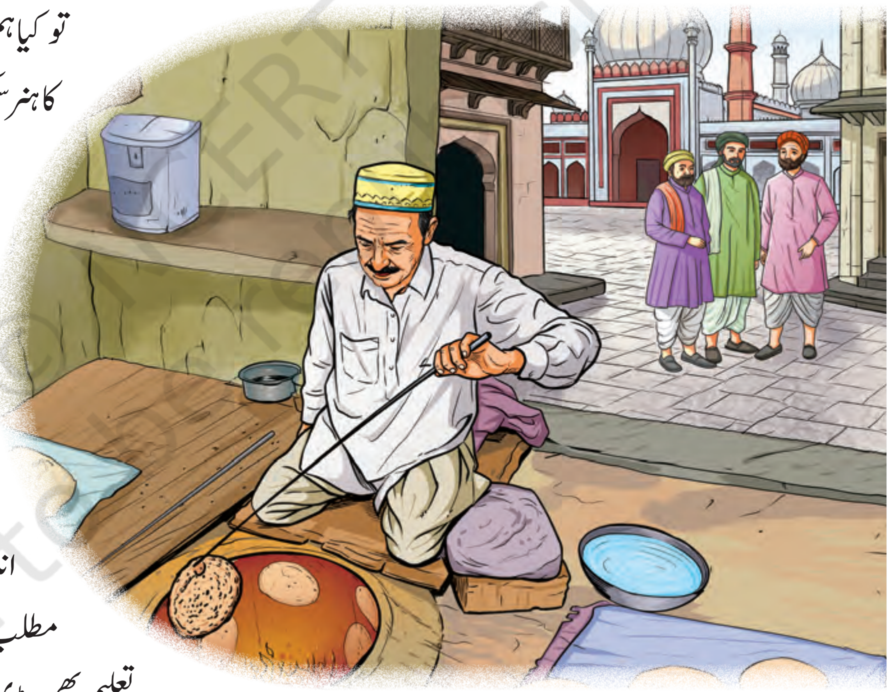

میاں نصیر الدین نے ہماری طرف کچھ اس طرح دیکھا کہ جیسے اُنھیں ہم سے جواب طلب کرنا ہو۔ پھر بڑے ہی منجھے ہوئے انداز میں کہا: ”کہنے کا مطلب صاحب یہ ہے کہ تعلیم کی تعلیم بھی بڑی چیز ہوتی ہے!“

سر ہلایا: ”ہے صاحب! مانا۔“

میاں نصیر الدین جوش میں آ گئے۔ ”ہم نے نہ لگایا ہوتا خوانچہ تو آج کیا یہاں بیٹھے ہوتے؟“

میاں کو خوانچے والے دنوں میں بھٹکتے دیکھ کر ہم نے بات کا رخ موڑا: ''آپ نے خاندانی نان بائی ہونے کا ذکر کیا۔ کیا یہاں اور بھی نان بائی ہیں؟''

میاں نے گھور کر ہماری طرف دیکھا: ''بہتیرے ہیں۔ مگر خاندانی نہیں۔ سنیے۔ دماغ میں چکر کاٹ گئی ہے ایک بات۔ ہمارے بزرگوں سے بادشاہ سلامت نے یوں کہا... میاں نان بائی کوئی نئی چیز کھلا سکتے ہو؟''

''حکم دیجیے، جہاں پناہ!''

بادشاہ سلامت نے فرمایا: ''کوئی ایسی چیز بناؤ جو نہ آگ سے پکے، نہ پانی سے بنے۔''

''کیا ان سے بنی ایسی چیز؟''

''کیوں نہ بنتی صاحب۔ بنی اور بادشاہ سلامت نے خوب کھائی۔ اور خوب تعریف کی!''

یوں لگا کہ ہمارا آنا کچھ رنگ لایا چاہتا ہے۔ بے صبری سے پوچھا: ''وہ پکوان کیا تھا... کوئی خاص چیز رہی ہوگی!''

میاں کچھ دیر سوچ میں کھوئے رہے۔ سوچا پکوان پر روشنی ڈالنے والے ہیں۔ مگر نصیر الدین صاحب اچانک بڑی رکھائی سے بولے: ''یہ ہم نہ بتاویں گے۔ بس آپ اتّا سمجھ لیجیے کہ ایک کہاوت ہے نا کہ خاندانی نان بائی کنوئیں میں بھی روٹی پکا سکتا ہے۔ کہاوت جب بھی گڑھی گئی ہو۔ ہمارے بزرگوں کے کرتب پر ہی پوری اترتی ہے۔''

مزہ لینے کے لیے ٹوکا: ''کہاوت یہ سچّی بھی ہے کہ...؟''

میاں نے اترا کر کہا: ''اور کیا جھوٹی ہے؟ آپ ہی بتایئے روٹی پکانے میں جھوٹ کا کیا کام؟ جھوٹ سے روٹی پکے گی! کیا پکتی دیکھی ہے کبھی۔ روٹی جناب پکتی ہے آنچ سے، سمجھے!''

سر ہلانا پڑا: ''درست فرماتے ہیں۔''

اس دوران میں میاں نے کسی کو پکار لیا: ''میاں رحمت! اس وقت کدھر کو؟ ارے وہ بچّی نہ آئی رومالی روٹی لینے۔ شام کو منگوا لیجیو!''

''میاں، ایک بات اور آپ کو بتانے کی زحمت اٹھانی پڑے گی۔''

© NCERT not to be republished

بولے: ''پوچھیے۔ ارے بات ہی تو پوچھیے گا۔ جان تھوڑی لے لیں گے۔ اس میں بھی اب کیا دیر! ستّر کے ہو چکے۔'' پھر جیسے اپنے آپ سے کہہ رہے ہوں: ''والد مرحوم نے تو کوچ کیا اسّی پر۔ مگر کیا پتا، اتنی مہلت ہمیں بھی ملے، نہ ملے۔''

اس مضمون پر ہم سے کچھ کہتے نہ بن آیا تو کہا: ''ابھی یہی جاننا تھا کہ آپ کے بزرگوں نے شاہی باورچی خانے میں کام کیا ہی ہوگا؟'' میاں نے بے رُخی سے ٹوکا: ''وہ بات تو پہلے ہو چکی نا!''

''ہو تو چکی صاحب، مگر جاننا یہ تھا کہ دلّی کے کس بادشاہ کے یہاں آپ کے بزرگ کام کیا کرتے تھے؟''

''اجی صاحب! کیوں بال کی کھال نکالنے پر تلے ہیں؟ کہہ دیا نا کہ بادشاہ کے یہاں کام کرتے تھے۔ بس یہ کافی نہیں؟''

ہم کھسیانی ہنسی ہنس دیے — ''ہے تو کافی، مگر نام لیتے تو اسے وقت سے ملا لیتے!''

''وقت سے ملا لیتے، خوب! مگر کسے ملاتے جناب آپ وقت سے؟''

میاں ہنس پڑے جیسے ہمارا مذاق اڑا رہے ہوں۔

''وقت کو وقت سے کسی نے ملایا ہے آج تک! خیر! پوچھیے کس کا نام جاننا چاہتے ہیں؟ دلّی کے بادشاہ کا ہی نا؟ ان کا نام کون نہیں جانتا۔ جہاں پناہ بادشاہ سلامت ہی نا!''

''کون سے؟ بادشاہ....''

میاں نے زچ ہو کر کہا: ''پھر الٹ پلٹ کر وہی بات۔ لکھ لیجیے بس یہی نام۔ آپ کو کون سا خط رقعہ بادشاہ کے نام بھیجنا ہے کہ ڈاک خانے والوں کے لیے صحیح نام پتہ ہی ضروری ہے!''

ہم کو اپنی طرف گھورتے دیکھا تو سر ہلا کر اپنے کاریگر سے بولے: ''ارے ببّن میاں! بھٹّی سُلگا دو تو کام سے نپٹیں!''

''یہ ببّن میاں کون ہیں صاحب؟''

میاں نے رکھائی سے جیسے پھانک ہی کاٹ دی ہو — ''اپنے کاریگر اور کون؟''

جی میں آیا کہ پوچھ لیں: ''آپ کے بیٹے بیٹیاں ہیں؟''

لیکن میاں نصیر الدین کے چہرے پر کسی دبے ہوئے اندھڑ کے آثار دیکھ کر یہ مضمون نہ چھیڑنے کا فیصلہ کیا۔ اتنا ہی کہا: ''یہ کاریگر لوگ آپ کی شاگردی کرتے ہیں؟''

''خالی شاگردی ہی نہیں صاحب! گن کے مزدوری دیتا ہوں۔ دو روپے من آٹے کی مزدوری۔ چار روپے من میدے کی مزدوری! ہاں!''

''زیادہ تر بھٹّی پر کون سی روٹیاں پکا کرتی ہیں؟''

میاں کو اب تک اس مضمون سے کوئی دل چسپی باقی نہ رہی تھی، پھر بھی ہم سے چھٹکارا پانے کے لیے بولے: ''باقر خانی، شیر مال، تافتان، بیسنی، خمیری، رومالی، گاؤدیدہ، گازے بان، تنکی۔''

پھر تیوری چڑھا کر ہمیں گھورتے ہوئے بولے: ''تُنکی پاپڑ سے زیادہ مہین ہوتی ہے۔ مہین۔ ہاں! کسی دن کھلائیں گے آپ کو۔''

یکایک میاں کی آنکھوں کے سامنے کچھ کوند گیا۔ ایک لمبی سانس بھری اور کسی گم شدہ یاد کو تازہ کرتے ہوئے بولے: ''اٹھ گئے وہ زمانے اور گئے وہ قدردان جو پکانے کھانے کی قدر کرنا جانتے تھے۔ میاں اب رکھا کیا ہے... نکالی تندور سے.... نگلی اور ہضم!''

— کرشنا سوبتی

(ہندی سے ترجمہ)

© NCERT not to be republished

لفظ و معنی

مسیحا	:	دوبارہ زندگی دینے والا مراد بھلائی چاہنے والا، حضرت عیسیٰؑ کا معجزہ
نان بائی	:	روٹی بنانے والا
تریرنا	:	آنکھیں پھاڑ کے دیکھنا/ ٹکٹکی باندھ کے دیکھنا
نگینہ ساز	:	نگ تراشنے والا، جوہری
آئینہ ساز	:	آئینہ بنانے والا
میناساز	:	نقش و نگار بنانے والا، میناکاری کرنے والا
زچ ہو کر	:	جھلّا کر
پنج ہزاری انداز	:	شاہانہ انداز
پھانک	:	ٹکڑا، فاش، حصہ
اندھڑ	:	آندھی، جھکّڑ
اٹھ جانا	:	محاورہ بہ معنی انتقال، موت

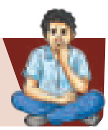

غور کیجیے

- یہ مضمون ایک نان بائی میاں نصیر الدین کے انٹرویو پر مبنی ہے۔ اس میں خاندانی نان بائی میاں نصیر الدین کی شخصیت، دل چسپی اور مزاج کو بڑے خوب صورت انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ میاں نصیر الدین اپنے مسیحائی انداز سے روٹی پکانے کے ہنر اور اس میں اپنی خاندانی مہارت کا ذکر کرتے ہیں۔ وہ ایسے انسانوں کی نمائندگی کرتے ہیں جو اپنے پیشے کو فن کا درجہ دیتے ہیں اور کر کے سیکھنے کو اصلی ہنر بتاتے ہیں۔

© NCERT not to be republished

- سبق 'میاں نصیر الدین' ہندی سے ترجمہ ہے لیکن اس کی زبان بے ساختہ، جملے چست اور برجستہ ہیں۔ یہ دلّی کی پیشہ ورانہ زبان کی عمدہ مثال ہے۔ میاں نصیر الدین ایک حقیقی کردار ہے اس طرح کے کردار ہمارے آس پاس موجود ہوتے ہیں جن میں تصنّع نہیں ہوتا ہے۔

سوچیے اور بتائیے

i. میاں نصیر الدین کس وجہ سے مشہور تھے۔ ان کی دکان کہاں واقع تھی؟

ii. روٹیاں پکانے کا علم آپ نے کہاں سے حاصل کیا؟ اس بات کا نصیر الدین نے کیا جواب دیا؟

iii. بادشاہ کا نام پوچھنے پر میاں نے زچ ہو کر کیا جواب دیا؟

iv. میاں نصیر الدین پکوان کا ذکر کرتے ہوئے لمبی سانس بھرنے کی کیا وجہ تھی؟

v. میاں نصیر الدین کو نان بائیوں کا مسیحا کیوں کہا ہے؟

پڑھیے، سمجھیے اور لکھیے

- "خاندانی نان بائی کنویں میں بھی روٹی پکا سکتا ہے۔" یہ کہاوت فن اور ہنر کی تعریف پیش کرتی ہے، ہر کہاوت کے پیچھے ایک کہانی ہوتی ہے، دو کہاوتیں اور ان کے پیچھے چھپی کہانی کو نیچے لکھیے:

© NCERT not to be republished

- سبق میں آئے محاوروں کو تلاش کیجیے اور انھیں اپنے جملوں میں استعمال کیجیے جیسے رنگ لانا، بال کی کھال نکالنا، روشنی ڈالنا وغیرہ۔

____

____

____

گفتگو کیجیے

درج ذیل اقتباس کو پڑھیے اور اس کا مفہوم اپنی زبان میں لکھیے:

بھلا بتائیے صاحب، نان بائی علم حاصل کرنے کے لیے کہیں اور جائے گا؟ کیا نگینہ ساز کے پاس؟ کیا آئینہ ساز کے پاس؟ کیا میناساز کے پاس؟ کیا فرمایا صاحب؟ یہ تو ہمارا خاندانی پیشہ ٹھہرا۔ ہاں علم کی بات پوچھیے تو جو کچھ بھی سیکھا اپنے والد استاد سے ہی۔ مطلب یہ کہ ہم گھر سے نہ نکلے کہ کوئی پیشہ اختیار کریں گے۔ جو باپ دادا کا ہنر تھا وہی ان سے پایا اور والد مرحوم کے اُٹھ جانے پر آبیٹھے انھیں کے ٹھیے پر۔

انٹرویو کیجیے

- انٹرویو کے معنی ہیں کسی شخص سے رسمی سوالات پوچھ کر اس کے جوابات حاصل کرنا۔ انٹرویو حقائق کی دریافت، نقطۂ نظر سے واقفیت اور شخصی معلومات فراہم کرنے کے لیے کیے جاتے ہیں۔ انٹرویو کے کچھ اصول متعین ہیں مثلاً: سوالات کی فہرست تیار کرنا، انٹرویو کا وقت اور مقام پہلے سے طے کرنا وغیرہ۔ اپنے علاقے کی ادبی شخصیت سے انٹرویو کیجیے اور سوالات و جوابات کو انٹرویو کی شکل میں تحریر کیجیے۔

- اگر مصنفہ کی جگہ آپ میاں نصیر الدین سے ملاقات کرتے تو آپ اُن سے کیا گفتگو کرتے؟ لکھیے۔

© NCERT not to be republished

تجزیہ کیجیے

- سبق میں مختلف اقسام کی روٹیوں کا ذکر آیا ہے۔ آپ کتنی قسم کی روٹیوں کے بارے میں جانتے ہیں؟ اس پر اپنے ساتھیوں سے بات چیت کیجیے اور انھیں پکانے کے طریقے پر بھی روشنی ڈالیے۔
- ان جملوں میں کون سی صفت کا استعمال ہوا ہے:

i. آنکھوں کے سامنے چہرہ زندہ ہوگیا۔ ____________

ii. روٹی جھوٹ سے نہیں آنچ سے پکتی ہے۔ ____________

iii. خاندانی نان بائی کنویں میں بھی روٹی پکا سکتا ہے۔ ____________

تخلیقی اظہار

- نصیر الدین جیسے کردار ہمارے آس پاس موجود ہوتے ہیں اپنے اسکول یا اطراف میں نظر ڈالیے اور ایسے ہی کسی کردار پر ایک مزاحیہ مضمون تحریر کیجیے۔
- انگریزی یا کسی اور زبان میں لکھے دس اطلاعاتی اشتہاروں کا ترجمہ اپنی زبان میں کیجیے مختلف نعروں مثلاً Donate blood, Save life وغیرہ۔ تلاش کیجیے اور ان کا ترجمہ اردو زبان میں کیجیے، اسی طرح اردو نعروں کا ترجمہ کسی دوسری زبان میں کیجیے۔

- دیے گئے جملوں کی مدد سے آپ اپنی زبان میں ایک اقتباس لکھیے:

i. میاں مشہور ہیں چھپن قسم کی روٹیاں پکانے کے لیے۔

ii. نکال لیں گے وقت تھوڑا۔

iii. دماغ میں چکر کاٹ گئی ہے بات۔

iv. روٹی جناب پکتی ہے آنچ سے۔

© NCERT not to be republished

عملی کام

ہندوستان ایک کثیر ثقافتی اور کثیر لسانی ملک ہے ۔یہاں طرح طرح کے کھانے، لباس، رسم و رواج، زبانیں اور مذاہب کے ماننے والے رہتے ہیں۔آپ کے علاقے میں بھی کچھ کھانے مشہور ہوں گے۔اپنے پسندیدہ کھانوں کے نام لکھیے اور یہ بھی بتائیے کہ کون سا کھانا کس موقعے پر پکایا جاتا ہے؟

اضافی مطالعہ

- ترجمہ ایک زبان کے متن کو دوسری زبان میں منتقل کرنے کا عمل ہے جس زبان سے ترجمہ کیا جاتا ہے اسے بنیادی زبان اور جس زبان میں ترجمہ کیا جاتا ہے اسے مطلوبہ زبان کہتے ہیں۔ترجمے کے ذریعے ایک زبان سے دوسری زبان کے علمی سرمائے اور ادبی ذخیرے تک رسائی حاصل کرتے ہیں۔
- ترجمے کے لیے ضروری ہے کہ دونوں زبانوں کے بنیادی نکات جیسے قواعد، علم بیان، محاورے، تہذیبی تناظر اور بنیادی متن کی صنف یا نوعیت سے واقفیت ہو۔ترجمہ کے عمل میں متن کو کسی دوسری زبان میں اس طرح منتقل کیا جاتا ہے کہ اصل زبان کی خوبیاں باقی رہیں۔
- ترجمہ ایک فن ہے اس کے لیے ایک سے زائد زبانوں کی واقفیت ضروری ہے۔اس سے زبان و ادب کے ذخیرے میں اضافہ ہوتا ہے اور نئے رجحانات اور تازہ خیالات سے واقفیت حاصل ہوتی ہے۔

© NCERT not to be republished

غزل

غزل اردو شاعری کی ایک مقبول صنف سخن ہے۔ اس کا دائرہ خاصا وسیع ہے، جس میں تصوف، حسن و عشق، فلسفہ و حکمت اور حیات و کائنات کے جملہ مسائل کے علاوہ سماجی، سیاسی، تہذیبی اور نفسیاتی مضامین وغیرہ بیان کیے جاتے ہیں۔ غزل میں نغمگی اور ترنم کا عنصر بھی پایا جاتا ہے۔

غزل کے پہلے شعر کو 'مطلع' کہتے ہیں۔ مطلع کے دونوں مصرعے ہم قافیہ اور ہم ردیف ہوتے ہیں۔ بقیہ اشعار کے دوسرے مصرعے میں قافیہ کی پابندی کی جاتی ہے۔ غزل میں قافیے کے بعد ردیف ہوتی ہے۔ کئی شاعروں نے ایسی غزلیں بھی کہی ہیں جن میں ردیف کی پابندی نہیں ہے۔ غزل میں مطلع کے بعد آنے والے شعر کو 'حسن مطلع' کہتے ہیں۔ غزل کا آخری شعر جس میں عام طور پر شاعر اپنا تخلص استعمال کرتا ہے 'مقطع' کہلاتا ہے۔ غزل کے تمام اشعار کا ایک بحر میں ہونا ضروری ہے۔ غزل کا ہر شعر موضوع و مضمون کے لحاظ سے اپنے آپ میں مکمل ہوتا ہے، اس لیے شاعر کو صرف دو ہی مصرعوں میں پوری بات کہنی ہوتی ہے۔ چوں کہ تفصیل سے گریز کیا جاتا ہے اس لیے اس میں اشارے، کنایہ، تشبیہ و استعارے اور علامتیں زیادہ استعمال کی جاتی ہیں۔ غزل میں عموماً پانچ یا سات اشعار ہوتے ہیں ان کی تعداد زیادہ بھی ہوسکتی ہے۔ غزل کے سب سے اچھے شعر کو 'بیت الغزل'، 'شاہ بیت' یا 'حاصلِ غزل' بھی کہتے ہیں۔

اردو میں ولیؔ دکنی، خواجہ میر دردؔ، میر تقی میرؔ، خواجہ حیدر علی آتشؔ، امام بخش ناسخؔ، انشاء اللہ خاں انشاؔ، شیخ غلام ہمدانی مصحفیؔ، شیخ ابراہیم ذوقؔ، مرزا غالبؔ، مومن خاں مومنؔ، نواب مرزا خاں داغؔ، حسرتؔ موہانی، جگرؔ مرادآبادی، فراقؔ گورکھپوری، مجروحؔ سلطان پوری، فیض احمد فیضؔ، ناصر کاظمیؔ اور شہر یارؔ وغیرہ غزل کے نمائندہ شعرا ہیں۔

خواجہ میر درد

1720 – 1785

خواجہ میر درد کی پیدائش دہلی میں ہوئی۔ اُن کا نام خواجہ میر اور دردؔ تخلص تھا۔ میر دردؔ کا خاندان دہلی میں جادۂ تصوف پر فائز تھا۔ انھوں نے ابتدائی تعلیم اپنے والد خواجہ میر عندلیبؔ سے حاصل کی۔ وہ خود بھی مشہور شاعر تھے اس لیے دردؔ کو شاعری کا ذوق ورثے میں ملا۔ طبیعت میں سادگی اور قناعت پسندی تھی۔ یہی سبب ہے کہ دلّی کے حالات خراب ہونے پر بیشتر شاعروں نے دوسری ریاستوں کا رخ کیا لیکن میر دردؔ نے دلّی سے باہر جانا گوارا نہ کیا۔

خواجہ میر دردؔ کے کلام میں تصوف کا رنگ نمایاں ہے۔ وہ تصوف کے باریک نکات اور نازک سے نازک خیال کو نہایت خوبی سے ادا کرتے ہیں۔ انھوں نے اردو شاعری میں تصوف کی روایت کو سب سے زیادہ فروغ دیا اور فکری بنیاد فراہم کی۔ ان کی تصانیف میں فارسی اور اردو دیوان کے علاوہ 'علم الکتاب، واردات، اسرار الصلوٰۃ، نالۂ درد، آہِ سرد اور دردِ دل' وغیرہ شامل ہیں۔ ان کے اردو دیوان میں تقریباً پندرہ سو اشعار ہیں۔ میر دردؔ کے کلام میں سادگی اور روانی کے ساتھ پاکیزگی اور گہرائی پائی جاتی ہے۔ انھوں نے چھوٹی بحروں میں عمدہ غزلیں کہی ہیں۔

© NCERT not to be republished

4901CH07

غزل

جگ میں آکر اِدھر اُدھر دیکھا
تو ہی آیا نظر جِدھر دیکھا

جان سے ہو گئے بدن خالی
جس طرف تو نے آنکھ بھر دیکھا

نالہ، فریاد، آہ اور زاری
آپ سے ہو سکا سو کر دیکھا

اُن لبوں نے نہ کی مسیحائی
ہم نے سو سو طرح سے مر دیکھا

زور عاشق مزاج ہے کوئی
دردؔ کو، قصّہ مختصر دیکھا

— خواجہ میر دردؔ

© NCERT not to be republished

لفظ و معنی

نالہ : شور و غل، فریاد

فریاد : دہائی، ظلم و زیادتی کی شکایت

آہ و زاری : رونا پیٹنا

زور : طاقت

قصہ مختصر : لبّ لباب، مختصر بات

غور کیجیے

- خواجہ میر دردؔ ایک صوفی شاعر تھے۔ ان کے کلام کے زیادہ تر اشعار میں عشقِ حقیقی کا بیان ملتا ہے۔ 'عشقِ حقیقی' خالقِ کائنات سے عشق کو کہتے ہیں جب کہ دنیوی چیزوں سے عشق 'عشقِ مجازی' کہلاتا ہے۔ سبق میں شامل یہ غزل عشق و محبت اور صوفیانہ فکر کا حسین امتزاج ہے۔
- غزل کے دوسرے شعر میں جان سے بدن خالی ہو جانے سے مراد کسی کے نظر بھر کر دیکھ لینے سے جان نکل جانا، ایک علامتی انداز ہے۔ اس میں مبالغہ آرائی سے کام لیا گیا ہے۔
- تیسرے شعر میں نالہ، فریاد، آہ اور زاری الفاظ استعمال ہوئے ہیں جو ہم معنی الفاظ ہیں۔ کلام میں ایسی چیزیں جمع کرنا جن میں کوئی نہ کوئی مناسبت ہو، خواہ آپس میں ضد ہی ہو، اسے 'رعایتِ لفظی' کہتے ہیں۔
- چوتھے شعر میں لفظ مسیحائی آیا ہے جو مسیحا کی صفت ہے۔ مسیحا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا لقب ہے۔ اس شعر میں حضرت عیسیٰؑ کے اُس معجزے کی طرف اشارہ ہے جس کی رو سے وہ مریضوں کو اچھا اور مُردوں کو زندہ کر دیتے تھے۔

سوچیے اور بتائیے

i. 'توہی آیا نظر جدھر دیکھا' اس مصرعے میں 'تو' کس کے لیے استعمال ہوا ہے؟

ii. 'جان سے ہو گئے بدن خالی' سے کیا مراد ہے؟

iii. لبوں کی مسیحائی سے کیا معنی مراد لیے گئے ہیں؟

iv. غزل کے مقطع کا مفہوم اپنی زبان میں لکھیے۔

پڑھیے، سمجھیے اور لکھیے

- زور عاشق مزاج ہے کوئی
درؔد کو، قصہ مختصر دیکھا

اس شعر میں میر دردؔ نے خود اپنی تعریف کی ہے۔ جب شاعر شعر میں اپنی بڑائی اور عظمت کو خود ظاہر کرتا ہے تو اسے 'شاعرانہ تعلّی' کہتے ہیں۔ تعلّی کے اشعار دوسرے شاعروں کے یہاں بھی ملتے ہیں مثال کے طور پر میر تقی میرؔ کا یہ شعر:

سارے عالم پر ہوں میں چھایا ہوا
مستند ہے میرا فرمایا ہوا

اسی طرح غالبؔ کے اس شعر میں بھی شاعرانہ تعلّی پائی جاتی ہے:

ہیں اور بھی دنیا میں سخن ور بہت اچھے
کہتے ہیں کہ غالب کا ہے اندازِ بیاں اور

آپ ایسے دو اشعار تلاش کر کے اپنی کاپی پر لکھیے جن میں 'شاعرانہ تعلّی' موجود ہو:

i. ____________ ii. ____________

© NCERT not to be republished

- خواجہ میر دردؔ کی غزلوں میں 'عشقِ حقیقی' کا عنصر پایا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر نیچے دیے گئے شعر میں 'عشقِ حقیقی' کا رنگ نمایاں ہے:

جگ میں آکر اِدھر اُدھر دیکھا
تو ہی آیا نظر جدھر دیکھا

خواجہ میر دردؔ کے علاوہ دوسرے شاعروں نے بھی تصوف کے مضامین کو اپنی غزلوں میں نظم کیا ہے۔ اپنے ہم جماعت ساتھیوں کی مدد سے تین ایسے اشعار معلوم کر کے لکھیے جو اسی موضوع کو پیش کرتے ہوں:

- اُن لبوں نے نہ کی مسیحائی
  ہم نے سو سو طرح سے مر دیکھا
- اس مصرع میں لفظ سو دو بار استعمال ہوا۔ بات میں زور پیدا کرنے کے لیے کلام میں ایک لفظ کو دو بار استعمال کیا جاتا ہے، اسے 'صنعت تکرار' کہتے ہیں۔ اس کے استعمال سے زبان میں صوتی تکرار یعنی نغمگی پیدا ہوتی ہے اور بات میں زور پیدا ہوتا ہے۔ نیچے دیے گئے اشعار پر غور کیجیے اور تکرار والے الفاظ تلاش کر کے لکھیے:

پتّا پتّا بوٹا بوٹا حال ہمارا جانے ہے
جانے نہ جانے گُل ہی نہ جانے باغ تو سارا جانے ہے

آتے آتے آئے گا اُن کا خیال
بار بار اس کے در پہ جاتا ہوں

© NCERT not to be republished

- غزل کے ایک شعر میں 'قصہ مختصر' فقرہ استعمال ہوا ہے۔ اس میں لفظ 'مختصر' اختصار سے بنا ہے۔ یعنی مختصر کا اختصار مصدر ہے۔ درج ذیل الفاظ کے مصدر معلوم کر کے لکھیے:

محترم ______

معتمد ______

معتبر ______

مشترک ______

لسانی سرگرمی

نیچے دیے گئے لفظوں کو ملا کر شعر بنائیے:

زاری، فریاد، آہ، سے، سو، ہو، کر، نالہ، دیکھا، اور، آپ، سکا

تخلیقی اظہار

- اسکول میں اُردو کلب کی جانب سے غزل خوانی کا مقابلہ منعقد کیجیے اور اس پروگرام کی ایک رپورٹ تیار کیجیے۔

© NCERT not to be republished

عملی کام

- دیوان میں غزلوں کی ترتیب ردیف یا قافیے کے آخری حرف سے کی جاتی ہے مثلاً سب سے پہلے ان غزلوں کو یکجا کیا جاتا ہے جن کے ردیف یا قافیے کا آخری حرف الف ہو۔اس کے بعد حروف تہجی کے مطابق غزلوں کی ترتیب رکھی جاتی ہے۔لائبریری سے دردؔ کا مجموعۂ کلام حاصل کیجیے اور ردیف 'الف، نون اور ی' یا اپنی پسند کے حروف کی غزلوں کا انتخاب کیجیے اور ایک چارٹ پر لکھیے۔میر دردؔ کی شاعری کے بارے میں ایک پیراگراف بھی لکھیے۔

اضافی مطالعہ

- **بحر** — بحر (Meter) ان چند موزوں کلموں کا نام ہے جن پر شعر کا وزن ٹھیک کرتے ہیں۔
- **وزن** — وزن دو کلموں کی حرکات و سکنات برابر ہونے کا نام ہے جیسے احسان اور فرقان برابر وزن کے ہیں۔
- **آہنگ** — آہنگ (Rhythm) شاعری کی وہ موسیقی یا لے جو الفاظ کے انتخاب وزن اور معنی کے حسن ترتیب سے پیدا ہوتی ہے۔
- **زمین** — شعری اصطلاح میں زمین شعر کی بحر اور قافیے سے مل کر بنتی ہے۔مثال کے طور پر میر کی اِس غزل کی زمین میں جو اشعار کہے جائیں گے اس کی بحر اور قافیے وہی ہوں گے جو میر کی اِس غزل کے ہیں۔

© NCERT not to be republished

میر تقی میر

1722 – 1810

میر تقی میرؔ کا نام محمد تقی تھا۔ وہ اکبر آباد (آگرہ) میں پیدا ہوئے۔ نو عمری میں والد کے انتقال کے بعد میرؔ دلّی آ گئے۔ ان کی زندگی کا بیشتر وقت دلّی میں ہی گزرا۔ یہاں انھیں امرا اور روٗسا کی سر پرستی حاصل رہی۔ جب دلّی میں سیاسی و سماجی انتشار بڑھا تو میرؔ لکھنؤ چلے گئے اور باقی زندگی وہیں گزاری۔ وہیں ان کا انتقال ہوا۔

میرؔ کلاسیکی اردو غزل کے ممتاز شاعر ہیں۔ سادہ عام فہم الفاظ میں سوز و گداز، رنج و غم کی کیفیات پیدا کرنے میں ان کا کوئی ثانی نہیں۔ میر کی شاعری فکر، اسلوب اور فن کی گہری اور بامعنی آمیزش سے عبارت ہے۔

میرؔ نے اپنی غزلوں میں آپ بیتی کو جگ بیتی بنایا ہے۔ زبان کی سادگی، جذبات کی شدت اور احساسات کی تصویر کشی ان کی غزلوں کی اہم خصوصیات ہیں۔ میر کو خدائے سخن کہا جاتا ہے۔ میرؔ کے فارسی میں ایک اور اردو میں چھے دیوان شائع ہوئے ہیں۔ غزلوں کے علاوہ شاعری کی دوسری اصناف میں بھی میر نے خوب جوہر دکھائے ہیں۔ ان کی مثنویوں میں 'بہارِ عشق'، 'شعلۂ عشق' اور 'دریائے عشق' کو بہت شہرت ملی۔ انھوں نے اردو شعرا کا تذکرہ 'نکات الشعرا' اور اپنی سوانح حیات 'ذکرِ میر' کے عنوان سے لکھی ہیں۔

© NCERT not to be republished

4901CH08

غزل

اشک آنکھوں میں کب نہیں آتا
لوہو آتا ہے جب نہیں آتا

ہوش جاتا نہیں رہا لیکن
جب وہ آتا ہے تب نہیں آتا

صبر تھا ایک مونسِ ہجراں
سو وہ مدّت سے اب نہیں آتا

دل سے رخصت ہوئی کوئی خواہش
گریہ کچھ بے سبب نہیں آتا

عشق کو حوصلہ ہے شرط ارنہ
بات کا کسو ڈھب نہیں آتا

جی میں کیا کیا ہے اپنے اے ہمدم
پر سخن تا بہ لب نہیں آتا

دور بیٹھا غبارِ میرؔ اس سے
عشق بن یہ ادب نہیں آتا

— میر تقی میرؔ

© NCERT not to be republished

لفظ و معنی

لوہو : (لہو) خون

مونس : دوست، اُنس رکھنے والا

ہجراں : جدائی

ارنہ : ورنہ

ڈھب : طریقہ، ڈھنگ

ہمدم : ساتھی

سخن : بات، گفتگو، شعر

تابہ لب : ہونٹوں تک

غبار : خاک، مٹّی

غور کیجیے

- مِیؔر کی یہ غزل 'سہلِ ممتنع' کی مثال ہے۔ سہلِ ممتنع ایسے خیال، بیان یا کلام کو کہتے ہیں جو بہ ظاہر آسان ہو لیکن دراصل آسان نہ ہو۔
- پہلے شعر کے پہلے مصرعے میں لفظ 'کب' استعمال ہوا ہے، اسی کی صوتی مناسبت سے دوسرے مصرعے میں لفظ 'جب' ہے۔ 'کب' اور 'جب' قافیے کے الفاظ ہیں۔ بقیہ اشعار کے دوسرے مصرعوں میں بھی قافیے کی پابندی کی گئی ہے۔ تب، اب، سبب، ڈھب، لب اور ادب کی حیثیت قافیوں کی ہے۔

© NCERT not to be republished

- قافیے کے فوراً بعد ہر شعر میں 'نہیں آتا' الفاظ آئے ہیں۔ یہ غزل کی ردیف ہے۔
- غزل کے پہلے شعر میں لفظ 'لوہو' اور چوتھے شعر میں لفظ 'کسو' استعمال ہوا ہے، اب یہ الفاظ مستعمل نہیں ہیں اور ان کی جگہ 'لہو' اور 'کس کو' یا 'کسی' الفاظ مروج ہیں۔ ایسے الفاظ جو اب مستعمل نہیں ہیں متروک الفاظ کہلاتے ہیں۔
- غزل میں 'مونس ہجراں'، 'تابہ لب' اور 'غبارِ میرؔ' تراکیب کا استعمال کیا گیا ہے۔

سوچیے اور بتائیے

i. ہجر کے ایام میں کس کو مونس قرار دیا گیا ہے؟

ii. غم و الم کی شدت کو کن الفاظ میں بیان کیا گیا ہے؟

iii. غبارِ میرؔ کا دور بیٹھنا کس جذبے کو ظاہر کرتا ہے؟

iv. اس شعر میں کس جذبے کی تجسیم کاری کی گئی ہے؟

صبر تھا ایک مونس ہجراں
سو وہ مدت سے اب نہیں آتا

© NCERT not to be republished

پڑھیے، سمجھیے اور لکھیے

- غزل میں لفظ 'تابہ لب' آیا ہے۔ جس کے معنی ہیں 'ہونٹوں تک' یہاں 'تا' سے مراد 'تک' ہے۔ نیچے دیے گئے الفاظ کے معنی معلوم کر کے لکھیے اور انھیں جملوں میں استعمال کیجیے:

i. تاحیات ________ ________

ii. تاحال ________ ________

iii. تاقیامت ________ ________

.iv تاحدِ نظر

.v تاعمر

• درج ذیل جملوں کو غور سے پڑھیے ان میں کہی گئی بات جن اشعار میں پیش کی گئی ہے، اسے تلاش کر کے لکھیے:

.i ہوش کی موجودگی اور غیر موجودگی کی بات کہی گئی ہے۔

.ii دل کی بات زبان تک نہ آنے کا ذکر ہے۔

.iii رونے کا سبب بیان کیا گیا ہے۔

.vi عشق کے سلیقے کی بات کی گئی ہے۔

.v جب دل میں جذبات کی یلغار ہو تب اظہار کے لیے الفاظ زبان تک نہیں آپاتے

• دیے گئے مصرعے کو غور سے پڑھیے:

بات کا کسو ڈھب نہیں آتا

مصرعے میں لفظ 'کسو' (کس کو) پر غور کیجیے۔ عام طور پر یہ لفظ سوالیہ جملے میں ہوتا ہے، مگر یہاں سوال کے طور پر نہیں بلکہ تعریف یا فخر کے لہجے میں کہا گیا ہے۔ ایسے جملے غیر استفہامیہ جملے ہوتے ہیں یعنی

© NCERT not to be republished

بہ ظاہر تو سوال لگتے ہیں لیکن حقیقت میں سوال نہیں ہوتے ہیں۔ تحریر میں اس کا بیان علامت فجائیہ اور سوالیہ سے ہوتا ہے جب کہ گفتگو میں اس کا پتہ لہجے سے چلتا ہے۔ نیچے دیے گئے جملوں کو پڑھیے اور بتائیے کہ کون سا جملہ سوالیہ ہے اور کس جملے میں سوال نہیں بلکہ محض اظہار ہے:

i. کیا بات ہے ____________

ii. کون نہیں جانتا ____________

iii. آپ کی کتاب کہاں ہے ____________

iv. کہاں تک بتاؤں ____________

v. کس نے تمھارا گانا نہیں سنا ____________

vi. تم نے یہ خط کس کو لکھا ہے ____________

vii. اُس کا نام کیا ہے ____________

لسانی سرگرمی

- دیے گئے متروک الفاظ کے مروجہ الفاظ معلوم کر کے لکھیے:

i. تلک ____________

ii. آوے ____________

iii. کاہے ____________

iv. یاں ____________

v. کاہے ____________

© NCERT not to be republished

• غزل کو دوبارہ پڑھیے اور درج ذیل الفاظ کے مترادفات تلاش کر کے لکھیے:

آنسو ____________	دوست ____________
تمنا ____________	بات ____________
گرد ____________	سلیقہ ____________

گفتگو کیجیے

• اپنے ہم جماعت ساتھیوں سے گفتگو کیجیے اور یہ معلوم کیجیے کہ میر تقی میؔر کی غزل میں کون کون سی خوبیاں ملتی ہیں؟

• نیچے دیے گئے الفاظ سے کس جذبے یا کیفیت کا اظہار ہوتا ہے؟ اپنے دوستوں کے ساتھ گفتگو کیجیے اور ایسے اشعار تلاش کر کے لکھیے جن سے اس جذبے یا کیفیت کو ظاہر کیا گیا ہے:

درد: ____________

____

ہجر: ____________

____

بے بسی: ____________

____

تخلیقی اظہار

• جی میں کیا کیا ہے اپنے اے ہمدم
پر سخن تا بہ لب نہیں آتا

© NCERT not to be republished

اس شعر میں شاعر کا کہنا ہے کہ اس کے دل میں بہت سی باتیں ہیں جو اس کی زبان پر نہیں آ رہی ہیں۔ کسی وقت پر آپ کے دل میں بھی کچھ باتیں ضرور رہی ہوں گی، جن کا اظہار زبان سے نہ کر پائے ہوں، انھیں ایک پیراگراف میں تحریر کیجیے۔

- اپنے پسندیدہ شاعر کے کلام سے پانچ اشعار کا انتخاب کیجیے اور بتائیے کہ ان اشعار کی کن خصوصیات سے آپ متاثر ہوئے اور کیوں؟

عملی کام

- میرؔ کے کلام کو پڑھیے اور اپنے پسندیدہ اشعار سے ایک البم تیار کیجیے۔
- لائبریری سے کسی دوسرے شاعر کی چھوٹی بحر کی غزلیں تلاش کر کے پڑھیے اور کمرۂ جماعت میں سنائیے۔

اضافی مطالعہ

- **مطلع ثانی اور مطلع ثالث**

غزل کا پہلا شعر مطلع کہلاتا ہے۔ مطلع کے بعد اگر دوسرا مطلع بھی کہا جائے تو اسے مطلع ثانی کہیں گے اور اگر اس کے بعد بھی ایک اور مطلع کہا جائے تو وہ مطلع ثالث کہلائے گا۔ بہت سے شعرا نے ایسی غزلیں کہی ہیں، جن میں مطلع ثانی اور مطلع ثالث بھی ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر داغؔ کی غزل کے یہ اشعار:

تماشائے دیر و حرم دیکھتے ہیں　　تجھے ہر بہانے سے ہم دیکھتے ہیں

© NCERT not to be republished

ہماری طرف اب وہ کم دیکھتے ہیں　　وہ نظریں نہیں جن کو ہم دیکھتے ہیں

زمانے کے کیا کیا ستم دیکھتے ہیں　　ہمیں جانتے ہیں جو ہم دیکھتے ہیں

- **شعری صنعت** شعری صنعت (Poetic device) سے مراد شاعری میں استعمال ہونے والے وہ فنی اور تکنیکی طریقے، الفاظ اور ترکیبیں ہیں جو کلام کو خوب صورتی، اثرانگیزی اور معنویت عطا کرتی ہیں، جیسے 'صنعت تضاد'، 'صنعت ایہام' وغیرہ۔
- **غزلِ مسلسل** عام طور پر غزل کے ہر شعر میں الگ الگ مضامین بیان کیے جاتے ہیں۔ لیکن غزل میں مربوط خیال پیش کرنے کی بھی گنجائش ہے۔ یعنی اگر شاعر چاہے تو پوری غزل میں ایک ہی بات کو پھیلا کر کہے۔ ایسی غزل کو 'غزلِ مسلسل' کہتے ہیں۔
- **حسنِ تعلیل** کلام میں کسی چیز یا کام کی کوئی ایسی وجہ بتانا جو دراصل اس کی اصل وجہ نہ ہو، 'حسنِ تعلیل' کہلاتا ہے۔ خواجہ حیدر علی آتش کے درج ذیل شعر پر غور کیجیے۔ چاند اور سورج نظام قدرت کے تحت چلتے رہتے ہیں لیکن شاعر نے ان کے مسلسل سفر کی وجہ محبوب کی تلاش بتائی ہے:

مری طرح سے مہ و مہر بھی ہیں آوارہ
کسی حبیب کی ہیں یہ بھی جستجو کرتے

آتشؔ

© NCERT not to be republished

امیر مینائی

1828 – 1900

امیر مینائی کا اصل نام امیر احمد تھا۔ وہ لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام کرم احمد مینائی تھا۔ حضرت مخدوم شاہ مینا کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور اسی سبب اپنے نام کے ساتھ مینائی لکھتے تھے۔ شروع میں اپنے بڑے بھائی حافظ عنایت حسین اور اپنے والد سے تعلیم پائی۔ شاعری کا شوق بچپن سے تھا۔ پندرہ سال کی عمر میں منشی مظفر علی اسیر کے شاگرد ہوئے جو اپنے زمانے کے مشہور شاعر اور ماہر عروض تھے۔ واجد علی شاہ کی معزولی کے بعد وہ نواب رام پور سے وابستہ ہوئے۔ کچھ عرصہ بعد حیدر آباد منتقل ہو گئے اور وہیں ان کا انتقال ہوا۔

شاعری کے علاوہ امیر مینائی کو طب اور نجوم سے بھی دل چسپی تھی۔ ’نورِ تجلّی‘ اور ’ابرِ کرم‘ ان کی نعتیہ مثنویاں ہیں۔ ’امیر اللغات‘ بھی ان کا اہم کارنامہ ہے۔ امیر مینائی نے یوں تو تمام اصناف میں طبع آزمائی کی تاہم غزل ان کا خاص میدان ہے۔ ان کی شاعرانہ زندگی کا بیش تر حصہ لکھنؤ اور رام پور میں گزرا لیکن ان کی غزلوں پر دہلوی رنگ نمایاں ہے۔ ’مرآۃ الغیب‘ اور ’صنم خانۂ عشق‘ ان کے دیوان ہیں۔

© NCERT not to be republished

4901CH09

غزل

تیر کھانے کی ہوس ہے تو جگر پیدا کر
سرفروشی کی تمنا ہے تو سر پیدا کر

رنگ چاہے اگر اس باغ میں آزادی کا
نکہتِ گُل کی طرح شوقِ سفر پیدا کر

کون سی جا ہے جہاں جلوۂ معشوق نہیں
شوقِ دیدار اگر ہے تو نظر پیدا کر

میرے ہی دل پہ گرے کاش یہ بجلی بن کر
اے فلک آہ میں اتنا ہی اثر پیدا کر

اپنی گردش پہ بہت ہے تجھے اے چرخ، گھمنڈ
جب میں جانوں کہ شبِ غم کی سحر پیدا کر

صدمے الفت کے اٹھانے ہیں الٰہی مشکل
دل اگر ایک دیا لاکھ جگر پیدا کر

عشق بازی کا اگر حوصلہ رکھتا ہے امیرؔ
دل جو لوہے کا تو پتھر کا جگر پیدا کر

— امیر مینائی

© NCERT not to be republished

لفظ و معنی

ہوس	:	لالچ، حرص
سرفروشی	:	جانثاری، جاں بازی
نکہت	:	خوشبو، مہک
جا	:	جگہ
جلوہ	:	جھلک، نظارہ
فلک	:	آسمان
چرخ	:	آسمان
سحر	:	صبح
الفت	:	محبت، چاہت

غور کیجیے

- امیر مینائی کی اس غزل میں ہمت، حوصلے اور شجاعت کی ترغیب دی گئی ہے۔
- دوسرے شعر میں شاعر نے باغ کہہ کر اپنے ملک ہندوستان کی طرف اشارہ کیا ہے۔ پانچویں شعر میں یہ کہا ہے کہ ہمارا سیارہ زمین اپنے محور پر گردش میں ہے اور اسی کے نتیجے میں دن، رات اور ماہ و سال وجود میں آتے ہیں۔ شاعر آسمان کو مخاطب ہو کر کہہ رہا ہے کہ اگر ہمت ہے تو غم کی رات کو ختم کر کے دکھا۔ اس نوعیت کے اشعار شاعرانہ بلند پروازی سے تعبیر کیے جاتے ہیں۔

© NCERT not to be republished

سوچیے اور بتائیے

i. 'نکہتِ گل' کی طرح 'شوقِ سفر' پیدا کرنے کو کیوں کہا گیا ہے؟

ii. آہ میں بجلی کا اثر پیدا کرنے کے معنی کیا ہیں؟

iii. شبِ غم کی سحر پیدا کرنے سے آپ کیا سمجھتے ہیں؟

iv. لوہے کا دل اور پتھر کا جگر، سے کیا مراد ہے؟

پڑھیے، سمجھیے اور لکھیے

- رنگ چاہے اگر اس باغ میں آزادی کا
  نکہتِ گل کی طرح شوقِ سفر پیدا کر

اس شعر کے پہلے مصرع میں رنگ، باغ اور دوسرے مصرع میں گل کا استعمال ہوا ہے جن میں باہمی مناسبت ہے۔ کلام میں پہلے ایسا لفظ یا الفاظ لانا جن کی مناسبت یا تعلق سے دوسرے الفاظ کسی ایک مصرع یا شعر میں جمع ہو جائیں تو اسے 'صنعتِ مراعاۃ النظیر' کہتے ہیں۔ آپ اپنے ساتھیوں کی مدد سے ایسے دو اشعار تلاش کر کے لکھیے جن میں صنعتِ مراعاۃ النظیر کا استعمال ہو:

i. ______________________________
____

ii. ______________________________
____

- اپنی گردش پہ بہت ہے تجھے اے چرخ گھمنڈ
  جب میں جانوں کہ شبِ غم کی سحر پیدا کر

© NCERT not to be republished

دیے گئے شعر کے دوسرے مصرعے میں شب کے ساتھ سحر کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ دونوں الفاظ ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ کلام میں ایسے الفاظ لانا جو ایک دوسرے کی ضد ہوں اسے 'صنعتِ تضاد' کہتے ہیں۔ اس کی ایک اور مثال دیکھیے:

نہ تو زمیں کے لیے ہے نہ آسماں کے لیے
جہاں ہے تیرے لیے، تو نہیں جہاں کے لیے

صنعتِ تضاد کے دو شعر تلاش کر کے لکھیے:

.i ____________________

____

.ii ____________________

____

سبق میں 'جگر'، 'سر'، 'دل' اور 'نظر' الفاظ آئے ہیں۔ ان لفظوں سے متعلق اردو میں متعدد محاورے مستعمل ہیں۔ آپ ان الفاظ سے محاورے تلاش کر کے لکھیے اور جملوں میں استعمال کیجیے:

	محاورہ	جملہ
جگر	____________	____________
سر	____________	____________
دل	____________	____________
نظر	____________	____________

- شعر میں سحر کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ سحر کے ایک معنی صبح کے وقت کے ہیں اور دوسرے معنی طلسم یا جادو کے ہیں۔ دیے گئے الفاظ کے الگ الگ معنی لکھیے:

© NCERT not to be republished

i.	خط	________	________
ii.	چاک	________	________
iii.	شہادت	________	________
iv.	عہد	________	________
v.	مجاز	________	________
vi.	چشمہ	________	________
vii.	چاہ	________	________
viii.	اہل	________	________
ix.	آب	________	________

- غزل میں لفظ 'نظر' کا استعمال ہوا ہے جس کے معنی نگاہ کے ہیں، اسی کا ہم آواز لفظ 'نذر' ہے جس کے معنی پیش کرنے کے ہیں۔ نیچے دیے گئے الفاظ کے معنی لغت سے تلاش کیجیے اور جملوں میں استعمال کیجیے:

الفاظ	معنی	جملے
اسرار	________	________________________
اصرار	________	________________________
الم	________	________________________
علم	________	________________________
عقل	________	________________________
اقل	________	________________________

© NCERT not to be republished

- مرے ہی دل پہ گرے کاش یہ بجلی بن کر
  اے فلک آہ میں اتنا ہی اثر پیدا کر

شعر کے دونوں مصرعوں میں حرف 'ہی' کا استعمال ہوا ہے، اس سے مصرعوں میں لفظ 'مرے' اور 'اثر' پر زور دیا گیا ہے۔ وہ حروف جو جملے میں کسی پہلو پر زور یا تاکید کے لیے استعمال ہوں، انھیں 'حروفِ تخصیص' کہتے ہیں۔ نیچے دیے گئے حروفِ تخصیص کو جملوں میں استعمال کیجیے:

i. بھی ________________________

ii. ہر ________________________

لسانی سرگرمی

- 'نکہتِ گل' مرکّب لفظ ہے۔ یہ مرکب لفظ دو الفاظ کے درمیان زیر کی اضافت استعمال کرتے ہوئے بنایا گیا ہے۔ غزل سے ایسے ہی دیگر مرکب الفاظ تلاش کیجیے اور ان کے معنی واضح کرتے ہوئے جملوں میں استعمال کیجیے:

i. ________________________

ii. ________________________

iii. ________________________

iv. ________________________

- غزل سے ایسے مصرعے تلاش کر کے لکھیے جن میں درج ذیل الفاظ کے متضاد الفاظ لائے گئے ہوں:

  خار، زمین، خوشی، آسان

© NCERT not to be republished

.i ____________________

.ii ____________________

.iii ____________________

.iv ____________________

گفتگو کیجیے

- درج ذیل شعر کو پڑھیے:

تیر کھانے کی ہوس ہے تو جگر پیدا کر
سرفروشی کی تمنّا ہے تو سر پیدا کر

یہ غزل کا پہلا شعر ہے۔آپ پڑھ چکے ہیں کہ غزل کے پہلے شعر کو کیا کہتے ہیں اور اس کی کیا خوبی ہے؟ اپنے ہم جماعت ساتھیوں کے ساتھ گفتگو کیجیے اور دوسری غزلوں کے پہلے شعر کو معلوم کر کے لکھیے۔

تلاش کیجیے

- درج ذیل مفہوم والے اشعار تلاش کیجیے اور لکھیے:
  - جاں بازی اور قربانی کا جذبہ ____________________

    ____
  - پھول کی خوشبو ____________________

    ____

© NCERT not to be republished

• دن اور رات کا وجود میں آنا ________________

____

• خدا کی موجودگی ________________

____

آپ کی رائے

• غزل میں شوقِ سفر کے معنی مسلسل جدوجہد ہے۔ آپ اپنے تعلیمی سفر کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار کیجیے۔

پروجیکٹ

• تیر کھانے کی ہوس ہے تو جگر پیدا کر
سرفروشی کی تمنا ہے تو سر پیدا کر

درج بالا شعر میں خط کشیدہ الفاظ پر غور کیجیے۔ یہ الفاظ ایک جیسی آواز پر ختم ہوئے ہیں اور ان میں آخری حرف مشترک ہے۔ وہ الفاظ جو یکساں آواز/حروف پر ختم ہوتے ہیں، انھیں 'قافیہ' کہتے ہیں۔ اپنے ساتھیوں کی مدد سے غزل میں آئے قافیوں کی فہرست بنائیے۔

تخلیقی اظہار

• سرفروشی کی تمنا ہے تو سر پیدا کر
اس مصرع کی روشنی میں ہمت، شجاعت اور بہادری کے موضوع پر ایک مضمون لکھیے۔

© NCERT not to be republished

عملی کام

- بیت بازی کے لیے ایک ڈائری بنائیے جس میں 'الف' سے لے کر 'ی' تک حروف لکھ لیجیے۔ ہر حرف کے لیے چار صفحے مخصوص کر لیجیے۔ زیادہ سے زیادہ اشعار تلاش کر کے اپنی ڈائری میں لکھیے، انھیں یاد کیجیے اور بیت بازی کے مقابلے میں حصہ لیجیے۔

اضافی مطالعہ

بیت بازی

بیت بازی ایک ادبی کھیل ہے جسے دو لوگ بھی کھیل سکتے ہیں اور دو سے زیادہ لوگوں کی ٹیم بھی ایک دوسرے کے مقابلے میں کھیل سکتی ہے۔ اس کھیل میں اشعار پڑھنے کا مقابلہ ہوتا ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ پہلی ٹیم ایک شعر پڑھتی ہے جیسے:

اشک آنکھوں میں کب نہیں آتا
لوہو آتا ہے جب نہیں آتا

دوسری ٹیم کو پڑھے گئے شعر کے آخری حرف سے شروع ہونے والے لفظ سے شعر پڑھنا ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر مذکورہ شعر کے آخر میں الف آیا ہے تو دوسری ٹیم الف سے یہ شعر پڑھ سکتی ہے:

اپنی گردش پہ بہت ہے تجھے اے چرخ، گھمنڈ
جب میں جانوں کہ شبِ غم کی سحر پیدا کر

اسی طرح یہ کھیل آگے بڑھتا ہے۔ اس کو کھیلنے کے لیے زیادہ سے زیادہ اشعار یاد کرنے کی ضرورت ہے اور یہ بھی ضروری ہے کہ شعر کو موزونیت کے ساتھ پڑھا جائے۔

© NCERT not to be republished

جگر مرادآبادی

1890 – 1960

جگرؔ مرادآبادی کا نام علی سکندر اور جگر تخلص تھا۔ وہ مرادآباد میں پیدا ہوئے لیکن عمر کا زیادہ تر حصہ شہر گونڈہ میں گزرا، انتقال بھی وہیں ہوا۔ جگر نے تعلیم و تربیت گھر پر ہی حاصل کی۔ اپنی محنت اور ذہانت کی وجہ سے بہت کم وقت میں زبان و بیان پر عبور حاصل کر لیا۔ شاعری جگر کو وراثت میں ملی تھی۔ ان کے والد مولوی نظر علی صاحبِ دیوان شاعر تھے۔ جگر نے ابتدائی دور میں اپنے والد سے کلام پر اصلاح لی۔ ان کے بعد داغؔ دہلوی اور ان کے شاگرد تسلیمؔ دہلوی کی شاگردی اختیار کی۔ جگر کی شاعری پر داغ کی زبان کے اثرات نمایاں ہیں۔

جگر کی شاعری میں کیفیت اور بے خودی کی لہر ہر جگہ نظر آتی ہے۔ ان کی شاعری کی نمایاں خصوصیت سادگی اور روانی ہے۔ انداز دل کش اور دل نشین ہے۔ محاورات اور روزمرہ کا استعمال بھی خوب صورتی کے ساتھ کیا گیا ہے۔ 'داغِ جگر'، 'آتشِ گُل'، 'شعلۂ طور' اُن کے شعری مجموعے ہیں۔ جگر کا مکمل کلام 'کلیاتِ جگر' کے نام سے شائع ہوا۔

© NCERT not to be republished

4901CH10

غزل

اللہ اگر توفیق نہ دے انسان کے بس کا کام نہیں
فیضانِ محبت عام سہی عرفانِ محبت عام نہیں

یہ تونے کہا کیا اے ناداں فیاضیِ قدرت عام نہیں
تو فکر ونظر تو پیدا کر کیا چیز ہے جو انعام نہیں

یارب یہ مقامِ عشق ہے کیا گو دیدہ و دل ناکام نہیں
تسکین ہے اور تسکین نہیں آرام ہے اور آرام نہیں

آنا ہے جو بزمِ جاناں میں پندارِ خودی کو توڑ کے آ
اے ہوش وخرد کے دیوانے یاں ہوش وخرد کا کام نہیں

عشق اور گوارا خود کر لے بے شرط شکستِ فاش اپنی
دل کی بھی کچھ ان کے سازش ہے تنہا یہ نظر کا کام نہیں

سب جس کو اسیری کہتے ہیں وہ تو ہے اسیری ہی لیکن
وہ کون سی آزادی ہے یہاں جو آپ خود اپنا دام نہیں

— جگرؔ مرادآبادی

© NCERT not to be republished

لفظ و معنی

توفیق : طاقت، حوصلہ

فیضان : فیض، کرم

عرفان : آگہی، شعور

فیاضی : سخاوت، بخشش

گو : اگرچہ، حالاں کہ

پندار : فخر، غرور

خودی : انا، خودداری

خرد : عقل، دانش

شکستِ فاش : مکمل ہار، ناکامی

اسیری : قید

دام : پھندا، جال

غور کیجیے

- جگر کی اس غزل میں صوفیانہ اور فلسفیانہ مضامین بیان کیے گئے ہیں۔ یہ غزل بندگی، عاجزی اور مالک حقیقی کی رضا پر بھروسہ کرنے کا پیغام دیتی ہے۔
- اگر انسان فکر و نظر پیدا کر لے تو کوئی ایسا کام نہیں جو وہ کر نہ سکے۔ اسے ہمیشہ شعور اور آگہی سے کام لینا چاہیے۔
- جگر نے اپنے کلام میں فارسی تراکیب کے ساتھ اردو کے سہل اور شیریں الفاظ کا کثرت سے استعمال کیا ہے۔

© NCERT not to be republished

غزل میں فکر و نظر، ہوش و خرد اور دیدہ و دل میں حرف عطف 'و' کا استعمال ہوا ہے۔ یہ حرف 'و' صرف عربی فارسی الفاظ کے درمیان استعمال کیا جاتا ہے۔ اردو میں عام طور پر 'و' کے بجائے 'اور' کا استعمال کیا جاتا ہے۔

سوچیے اور بتائیے

i. فکر و نظر سے کیا مراد ہے؟

ii. قدرت کی ہر چیز انعام کیسے ہے؟

iii. شاعر نے بزمِ جاناں میں شامل ہونے کا کیا طریقہ بتایا ہے؟

iv. شاعر نے کیوں کہا کہ تسکین اور آرام ہے بھی اور نہیں بھی؟

پڑھیے، سمجھیے اور لکھیے

- اس غزل میں فکر و نظر اور ہوش و خرد ایسے مرکب الفاظ ہیں جن کے درمیان واؤ عطف کا استعمال کیا گیا ہے۔ یہ دونوں الفاظ مترادف ہیں اسی طرح متضاد الفاظ کے استعمال سے مرکب لفظ بنایا جاتا ہے۔ آپ واو عطف کا استعمال کرتے ہوئے پانچ الفاظ لکھیے جو ایک دوسرے کی ضد ہوں، جیسے صبح و شام

i. ____________________

ii. ____________________

iii. ____________________

iv. ____________________

v. ____________________

© NCERT not to be republished

- نیچے دیے گئے الفاظ کے مترادف اور متضاد معلوم کر کے لکھیے:

الفاظ	مترادف	متضاد
فیضان	____________	____________
تسکین	____________	____________
پندار	____________	____________
اسیری	____________	____________
ناداں	____________	____________

- دیے گئے مصرعے کو غور سے پڑھیے:

اے ہوش و خرد کے دیوانے یاں ہوش و خرد کا کام نہیں

مصرعے میں ہوش و خرد مرکب لفظ ہے۔ دونوں الفاظ ایک دوسرے سے معنوی مناسبت رکھتے ہیں جیسے ہوش کے معنی عقل، سمجھ اور دانائی کے ہیں۔ خرد کے معنی بھی سمجھ، دانش، دانائی وغیرہ کے ہیں۔ کلام میں زور پیدا کرنے کے لیے اسی طرح کے مرکب الفاظ لائے جاتے ہیں۔ نیچے دیے گئے الفاظ کو پڑھیے اور مفہوم کی وضاحت کیجیے:

i. عقل و فہم ____________

____

ii. شعور و بصیرت ____________

____

iii. عبادت و ریاضت ____________

____

© NCERT not to be republished

iv. تاب و تواں

v. غور و فکر

vi. رحم و کرم

vii. عدل و انصاف

viii. جنگ و جدال

ix. جاری و ساری

x. قدر و قیمت

© NCERT not to be republished

- غزل میں لفظ 'مقامِ عشق' آیا ہے، جس کے معنی عشق کی جگہ ہے۔ نیچے دیے گئے مقام سے بنے مرکب الفاظ کے معنی لکھیے اور انھیں جملوں میں استعمال کیجیے:

الفاظ	معنی	جملے
i. مقامِ شوق		
ii. مقامِ حیرت		
iii. مقامِ بندگی		

iv. مقامِ فکر ________ ________________

v. مقامِ عبرت ________ ________________

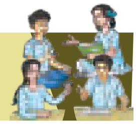

گفتگو کیجیے

سب جس کو اسیری کہتے ہیں وہ تو ہے اسیری ہی لیکن
وہ کون سی آزادی ہے یہاں جو آپ خود اپنا دام نہیں

اس شعر میں کس طرح کی آزادی کی بات کہی گئی ہے؟ اپنے ساتھیوں سے گفتگو کیجیے۔

لسانی سرگرمی

- غزل میں ایک لفظ 'آرام' ہے، جس کے مترادفات قرار، اطمینان، چین، شفا، راحت وغیرہ ہیں۔ درج ذیل الفاظ کے تین تین مترادفات معلوم کر کے لکھیے:

فکر ________ ________ ________

مقام ________ ________ ________

تسکین ________ ________ ________

بزم ________ ________ ________

شکست ________ ________ ________

- اس غزل میں کام، عام، انعام، آرام اور دام قافیہ استعمال ہوئے ہیں۔ اپنے ہم جماعت طلبا و طالبات کے ساتھ بات چیت کیجیے اور نیچے دیے گئے ہر لفظ کے پانچ پانچ قافیے لکھیے:

یہاں ________ ________ ________ ________ ________

نہیں ________ ________ ________ ________ ________

© NCERT not to be republished

قدرت ____ ____ ____ ____ ____

تسکین ____ ____ ____ ____ ____

فیضان ____ ____ ____ ____ ____

- غزل کے تیسرے شعر کے اس مصرعے پر غور کیجیے:

تسکین ہے اور تسکین نہیں آرام ہے اور آرام نہیں

اس مصرعے میں تسکین اور آرام دونوں الفاظ کی تکرار سے صوتی حسن اور آہنگ پیدا کیا گیا ہے۔ غزل کے پہلے، چوتھے اور چھٹے شعر سے وہ الفاظ تلاش کر کے لکھیے جن کی تکرار سے صوتی آہنگ پیدا ہو:

پہلا شعر: ____________________

____

چوتھا شعر: ____________________

____

چھٹا شعر: ____________________

____

تلاش کیجیے

- فیضانِ محبت عام سہی عرفانِ محبت عام نہیں

اس مصرع میں فیضانِ محبت اور عرفانِ محبت استعمال ہوا ہے جس کا مطلب محبت کا فیض اور محبت کا عرفان ہے، اس کو اضافت زیر کی ترکیب کہا جاتا ہے۔ غزل میں اسی طرح کے مزید تراکیب استعمال ہوئی ہیں۔ درج ذیل تراکیب کے آگے اُن کے مفہوم لکھیے:

i. فیاضیِ قدرت ____________ ii. مقامِ عشق ____________

© NCERT not to be republished

iii. بزمِ جاناں ____________ iv. پندارِ خودی ____________

v. شکستِ فاش ____________

- ایک شعر میں اسیری اور آزادی الفاظ استعمال ہوئے ہیں، یہ دونوں الفاظ ایک دوسرے کی ضد ہیں جنھیں متضاد الفاظ کہا جاتا ہے۔ آپ اپنے ساتھیوں کی مدد سے درج ذیل الفاظ کے متضاد لکھیے:

انعام ____________

فیاضی ____________

خرد ____________

محبت ____________

- کلام میں جب دو یا دو سے زیادہ الفاظ ایک دوسرے کی نسبت سے استعمال کیے جائیں تو اسے 'رعایتِ لفظی' کہتے ہیں۔ مثال: اسیری - دام

اپنی درسی کتاب سے رعایتِ لفظی کے پانچ اشعار تلاش کیجیے اور لکھیے۔

سبق سے آگے

- سب جس کو اسیری کہتے ہیں وہ تو ہے اسیری ہی لیکن
وہ کون سی آزادی ہے یہاں جو آپ خود اپنا دام نہیں

اس شعر میں اسیری کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کے معنی ہیں قید ہونا، اسی شعر میں لفظ دام بھی ہے جس کے ایک معنی ہیں قیمت اور دوسرے کے معنی 'قید کرنے کے لیے جال' کے ہیں۔ اس اعتبار سے شاعر نے 'دام' لفظ کئی معنوں میں استعمال کیا ہے۔ شاعر کہتا ہے ہر آزادی کسی نہ کسی طرح کی پابندیاں بھی

© NCERT not to be republished

عائد کرتی ہے۔ ایسی پانچ باتیں لکھیے جہاں پابندی کا خیال رکھنا ضروری ہے، جیسے ”سڑک پر گاڑی چلانے کی آزادی ہے لیکن پابندیوں کے ساتھ۔“

تخلیقی اظہار

- اپنے دوست کے نام خط میں کسی مشاعرے کی روداد تحریر کیجیے۔

عملی کام

- انٹرنیٹ کی مدد سے آپ اپنے پسندیدہ شاعر کی ویڈیو تلاش کیجیے اور اس شاعر کی وضع قطع، چال ڈھال، شعر پڑھنے کے انداز وغیرہ کا بغور معائنہ کیجیے۔ بار بار اس کی مشق کیجیے تاکہ نقل کو اصل بنا کر پیش کر سکیں۔ کسی ایک غزل کی ادائیگی شاعر کے انداز میں پیش کرنے کی مشق کیجیے۔
- تمثیلی مشاعرہ میں اصل کو نقل بنا کر اس طرح پیش کیا جاتا ہے کہ اس پر اصل کا گمان ہوتا ہے۔ اس میں پرانے شعرا کا کلام پڑھنے کی اداکاری کی جاتی ہے۔ جماعت میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ ایک تمثیلی مشاعرہ کا انعقاد کیجیے۔

© NCERT not to be republished

نظم

نظم کے معنی انتظام، ترتیب یا آرائش کے ہیں۔ اس کے علاوہ اس کے ایک معنی لڑی میں موتی پرونا بھی ہیں۔ نظم شاعری کی ایک ایسی صنف ہے جس میں کسی خاص موضوع پر تسلسل کے ساتھ اظہار خیال ہوتا ہے۔

مرکزی خیال کے گرد پوری نظم کا تانا بانا بُنا جاتا ہے۔ خیال کا تدریجی ارتقا نظم کی ایک اہم خصوصیت ہے جس کی جھلک طویل نظموں میں واضح طور پر دیکھنے کو ملتی ہے۔ عام طور پر ہر نظم کا کوئی عنوان ہوتا ہے۔ نظم کے لیے نہ ہیئت کی کوئی قید ہے اور نہ ہی موضوع کی۔ اردو میں رائج تمام ہیئتوں میں نظمیں لکھی جاتی رہی ہیں۔ البتہ ہیئت کے اعتبار سے نظم کی چار قسمیں ہیں: پابند نظم، نظم معرّا، آزاد نظم اور نثری نظم۔

وہ نظم جس میں بحر کے استعمال اور قافیوں کی ترتیب میں مقررہ اصولوں کی پابندی کی گئی ہو 'پابند نظم' کہلاتی ہے۔ ابتدائی دور کی بیشتر نظمیں اسی ہیئت میں لکھی گئی ہیں مثلاً 'آدمی نامہ'، 'نئی تہذیب'، 'مناجات بیوہ'، 'ماں کا خواب'، 'رامائن کا ایک سین' اور 'بدلی کا چاند' وغیرہ۔ نظم معرا میں تمام مصرعے ایک ہی بحر میں اور برابر ہوتے ہیں، لیکن اس میں ردیف اور قافیے کی پابندی نہیں ہوتی۔ ن. م. راشد کی نظم 'زادِ سفر'، فیض احمد فیض کی 'تنہائی' اور اختر الایمان کی 'اعتماد' وغیرہ نظم معرا کی مثالیں ہیں۔

آزاد نظم عام طور پر کسی مخصوص بحر میں ہوتی ہے لیکن اس کے مصرعے چھوٹے بڑے ہوتے ہیں۔ آزاد نظم میں ردیف اور قافیہ کی پابندی نہیں ہوتی۔ مثال کے طور پر مخدوم کی نظم 'چاند تاروں کا بن' اور ن. م. راشد کی 'زندگی سے ڈرتے ہو' وغیرہ۔

نثری نظم چھوٹی بڑی سطروں پر مشتمل ہوتی ہے۔ اس میں نہ تو ردیف اور قافیہ کی پابندی ہوتی ہے اور نہ ہی بحر اور وزن کی لیکن شاعرانہ حُسن اور موسیقیت ضرور ہوتی ہے۔ جیسے سجاد ظہیر کی نظم 'پگھلا نیلم' اور افضال احمد کی 'چھینی ہوئی تاریخ' وغیرہ۔

© NCERT not to be republished

پنڈت برج نرائن چکبست

1882 – 1926

پنڈت برج نرائن چکبست لکھنوی کشمیری پنڈت خانوادے سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے اجداد کشمیر سے فیض آباد آکر بس گئے تھے۔ چکبست کی پیدائش فیض آباد میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم وہیں حاصل کی۔ بعد ازاں والدین کے ساتھ لکھنؤ آگئے اور ساری عمر یہیں رہے۔ لکھنؤ میں ہی ثانوی اور اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔ چکبست پیشے سے وکیل تھے۔ بچپن سے ہی شعر و شاعری سے دل چسپی تھی۔ لکھنؤ کے ماحول کے اثر سے جلد ہی یہ دل چسپی شوق میں بدل گئی۔

چکبست نے روایتی انداز سے شاعری شروع کی اور غزلیں بھی کہیں۔ جلد ہی وہ نظم نگاری کی طرف مائل ہوگئے۔ انھوں نے حب الوطنی اور قومی بیداری کو اپنی نظموں کا موضوع بنایا۔ ان کی نظموں میں قدرتی مناظر کی عکاسی، بیداریٔ وطن کے جذبات، آزادی کی تڑپ اور دردمندی کے پہلو نمایاں ہیں۔ ان کے کلام میں سلاست اور روانی پائی جاتی ہے۔ انھوں نے اپنے احباب، بزرگوں اور قومی رہنماؤں پر مرثیے لکھ کر ان کی سیرت کی عمدہ عکاسی کی ہے۔ ان کی نظموں کا مجموعہ 'صبحِ وطن' اور مضامین کا مجموعہ 'مضامینِ چکبست' کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ چکبست مشترکہ تہذیب کے علم بردار تھے۔ 'آصف الدولہ کا امام باڑہ'، 'پھول مالا' اور 'رامائن کا ایک سین' ان کی بہترین نظمیں ہیں۔

© NCERT not to be republished

4901CH11

رامائن کا ایک سین

رخصت ہوا وہ باپ سے، لے کر خدا کا نام
راہِ وفا کی منزلِ اوّل ہوئی تمام

منظور تھا جو ماں کی زیارت کا انتظام
دامن سے اشک پوچھ کر، دل سے کیا کلام

اظہارِ بے کسی سے ستم ہوگا اور بھی
دیکھا ہمیں اداس تو غم ہوگا اور بھی

دل کو سنبھالتا ہوا آخر وہ نونہال
خاموش ماں کے پاس گیا صورتِ خیال

دیکھا تو ایک در میں ہے بیٹھی وہ خستہ حال
سکتہ سا ہوگیا ہے، یہ ہے شدّتِ ملال

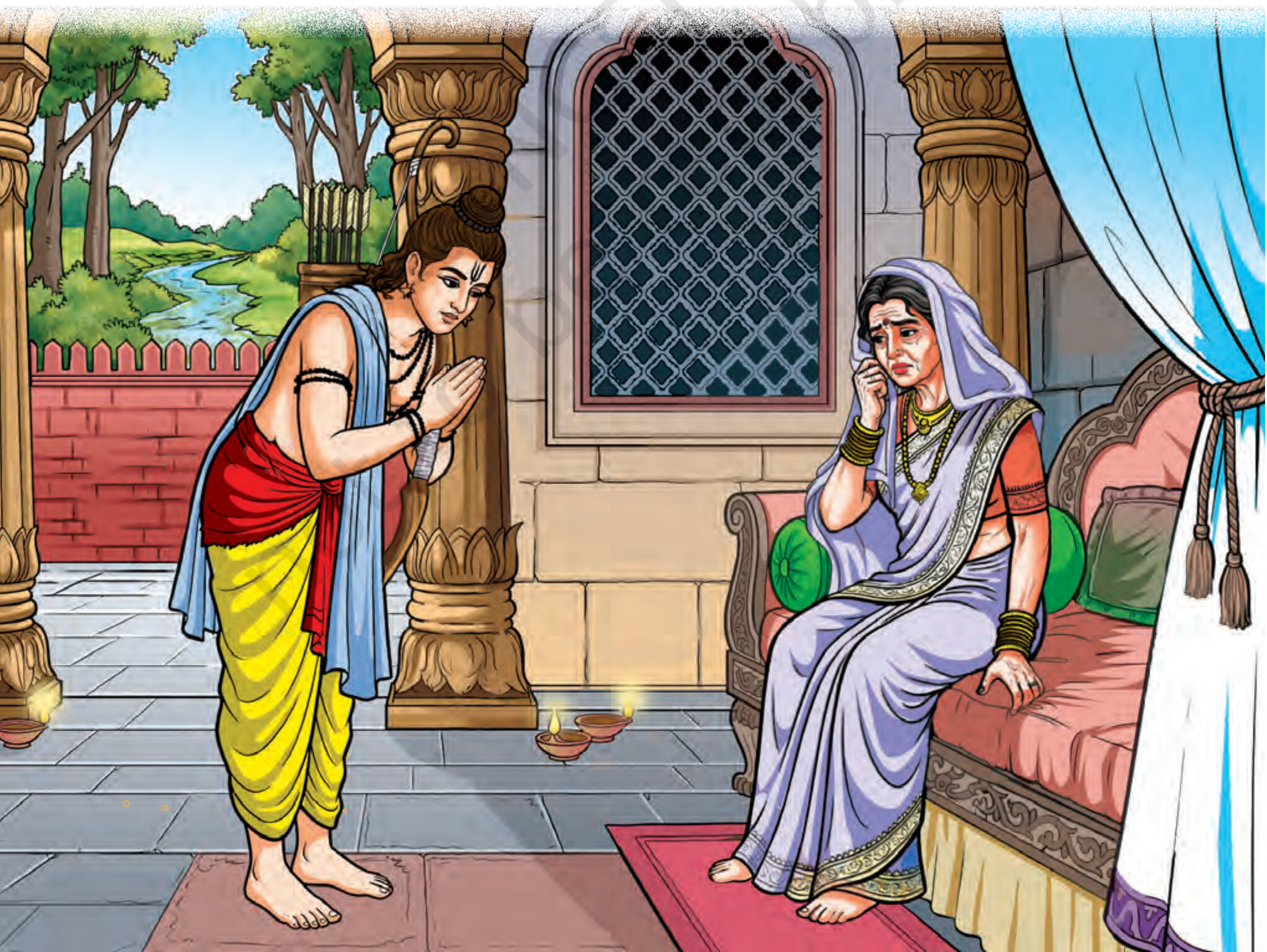

تن میں لہو کا نام نہیں، زرد رنگ ہے
گویا بشر نہیں کوئی تصویرِ سنگ ہے

کیا جانے کس خیال میں گُم تھی وہ بے گناہ   نورِ نظر پہ دیدۂ حسرت سے کی نگاہ
جنبش ہوئی لبوں کو بھری ایک سرد آہ   لی گوشہ ہائے چشم سے اشکوں نے رخ کی راہ

چہرے کا رنگ حالتِ دل کھولنے لگا
ہر موئے تن، زباں کی طرح بولنے لگا

رو کر کہا خموش کھڑے کیوں ہو میری جاں   میں جانتی ہوں جس لیے آئے ہو تم یہاں
سب کی خوشی یہی ہے تو صحرا کو ہو رواں   لیکن میں اپنے منہ سے نہ ہرگز کہوں گی ہاں

کس طرح بَن میں آنکھوں کے تارے کو بھیج دوں
جوگی بنا کے راج دُلارے کو بھیج دوں

لیتی کسی فقیر کے گھر میں اگر جنم   ہوتے نہ میری جان کو سامان یہ بہم
ڈستا نہ سانپ بن کے مجھے شوکت و حَشَم   تم میرے لال تھے مجھے کس سلطنت سے کم

میں خوش ہوں پھونک دے کوئی اس تخت و تاج کو
تم ہی نہیں تو آگ لگاؤں گی راج کو

سرزد ہوئے تھے مجھ سے خدا جانے کیا گناہ   منجدھار میں جو یوں مری کشتی ہوئی تباہ
آتی نظر نہیں کوئی امن و اماں کی راہ   اب یاں سے کوچ ہو تو عدم میں ملے پناہ

تقصیر میری خالقِ عالم بحل کرے
آساں مجھ غریب کی مشکل اجل کرے

سن کر زباں سے ماں کی یہ فریاد درد خیز   اس خستہ جاں کے دل پہ چلی غم کی تیغ تیز
عالم یہ تھا قریب کہ آنکھیں ہوں اشک ریز   لیکن ہزار ضبط سے رونے سے کی گریز

© NCERT not to be republished

سوچا یہی کہ جان سے بے کس گزر نہ جائے
ناشاد ہم کو دیکھ کے ماں اور مر نہ جائے

پھر عرض کی یہ مادرِ ناشاد کے حضور
مایوس کیوں ہیں آپ الم کا ہے یہ وفور

صدمہ یہ شاق عالمِ پیری میں ہے ضرور
لیکن نہ دل سے کیجیے صبر و قرار دور

شاید خزاں سے شکل عیاں ہو بہار کی
کچھ مصلحت اِسی میں ہو پروردگار کی

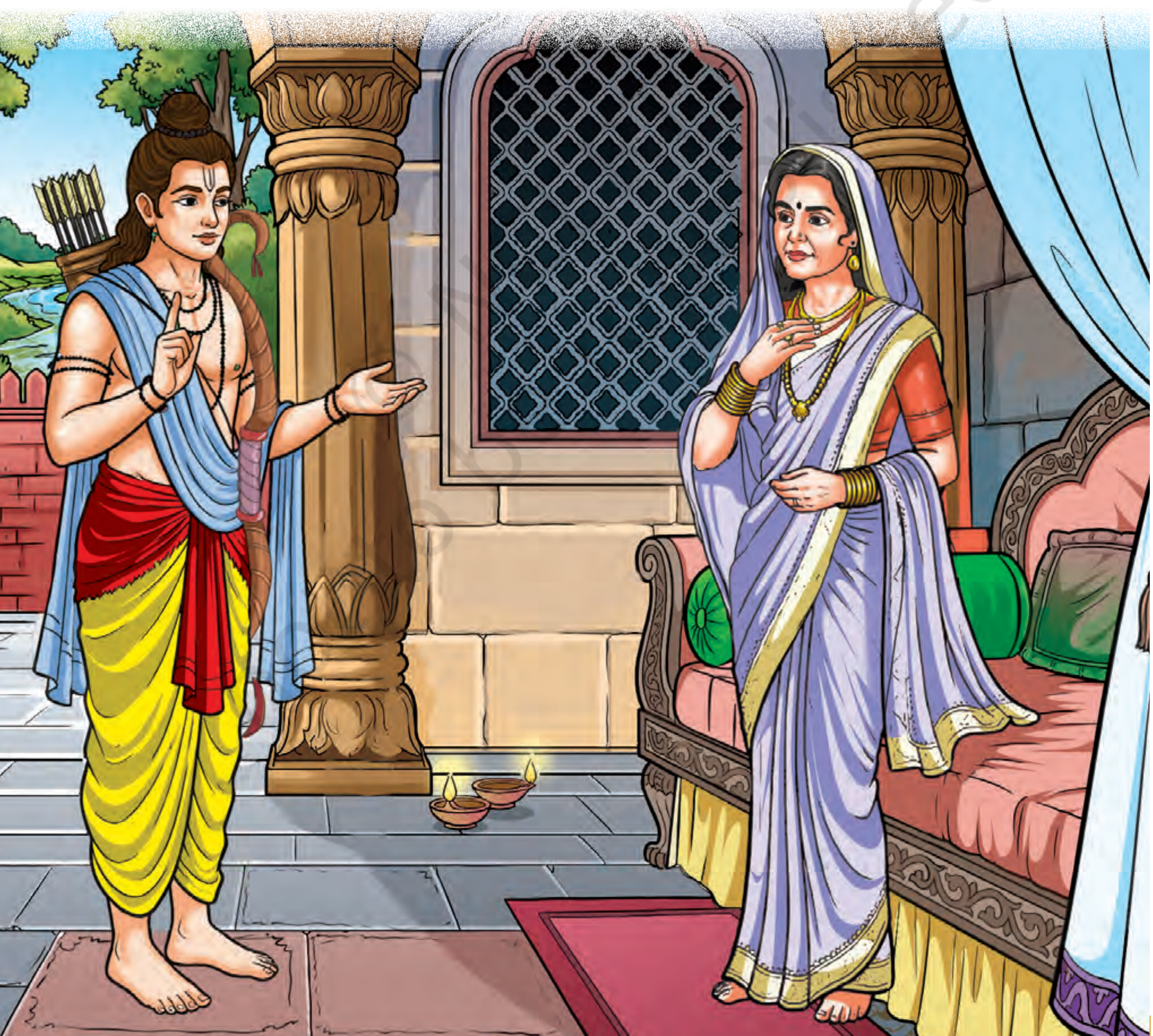

پڑتا ہے جس غریب پہ رنج و محَن کا بار　　کرتا ہے اُس کو صبر عطا آپ کِردگار
مایوس ہو کے ہوتے ہیں انساں گناہ گار　　یہ جانتے نہیں، ہے وہ دانائے روزگار
انسان اس کی راہ میں ثابت قدم رہے
گردن وہی ہے امرِ رضا میں جو خم رہے

اکثر ریاض کرتے ہیں پھولوں پہ باغباں　　ہے دن کی دھوپ رات کی شبنم انھیں گراں
لیکن جو رنگ باغ بدلتا ہے ناگہاں　　وہ گُل ہزار پردوں میں جاتے ہیں رائیگاں
رکھتے ہیں جو عزیز انھیں اپنی جاں کی طرح
مِلتے ہیں دستِ یاس وہ برگِ خزاں کی طرح

لیکن جو پھول کھلتے ہیں صحرا میں بے شمار　　موقوف کچھ ریاض پہ ان کی نہیں بہار
دیکھو یہ قدرتِ چمن آرائے روزگار　　وہ ابروباد و برف میں رہتے ہیں برقرار
ہوتا ہے ان پہ فضل جو ربِّ کریم کا
موجِ سُموم بنتی ہے جھونکا نسیم کا

اپنی نگاہ ہے کرمِ کارساز پر　　صحرا چمن بنے گا وہ ہے مہرباں اگر
جنگل ہو یا پہاڑ سفر ہو کہ ہو حضر　　رہتا نہیں وہ حال سے بندے کے بے خبر
اس کا کرم شریک اگر ہے تو غم نہیں
دامانِ دشت، دامنِ مادر سے کم نہیں

— پنڈت برج نرائن چکبستؔ

© NCERT not to be republished

لفظ و معنی

نونہال : بچہ، نوخیز

ملال : رنج، غم

جنبش : حرکت، ہلنا

موئے تن : جسم کا بال، رونگٹا

بہم : ساتھ، باہم کا مخفف، ملا ہوا

حشم : شان، ٹھاٹ باٹ

منجدھار : دریا کے بیچ کی دھارا

تقصیر : قصور، خطا، کوتاہی

بحل : بحال، معاف کرنا

دردخیز : درد بڑھانے والا، تکلیف دہ

اشک ریز : آنسو بہانے والا

گریز : بچنا، پرہیز کرنا

وفور : زیادتی، بہتات

رنج و محَن : غم اور تکلیف

کِردگار : کام بنانے والا، اللہ تعالیٰ، خالق

ریاض : مشق

موقوف : ملتوی کرنا، کسی پر منحصر کرنا

سموم : لُو، گرم ہوا

© NCERT not to be republished

غور کیجیے

- نظم 'رامائن کا ایک سین'، پنڈت برج نرائن چکبست کے شعری مجموعے 'صبحِ وطن' میں شامل ہے۔ نظم میں ماں اور بیٹے کے جذبات کی عکاسی کی گئی ہے۔ نظم کے اس سین میں رام چندر جی کا اپنی ماں کوشلیا سے رخصت ہونا پُر درد انداز میں پیش کیا ہے۔
- ایک سے زیادہ اشعار کے مجموعے کو 'بند' کہتے ہیں جو ایک ساتھ مل کر ایک خیال یا موضوع کو پیش کرتے ہیں۔

سوچیے اور بتائیے

i. 'لی گوشہ ہائے چشم سے اشکوں نے رخ کی راہ' میں کس کیفیت کا اظہار کیا گیا ہے؟

ii. 'ڈستا نہ سانپ بن کے مجھے شوکت و حَشَم' مصرع کا مفہوم کیا ہے؟

iii. 'موجِ سموم بنتی ہے جھونکا نسیم کا' مصرعے میں موجِ سموم کسے کہا گیا ہے؟

iv. آپ کو نظم کا کون سا بند زیادہ جذباتی لگا اور کیوں؟

v. 'ملتے ہیں دستِ یاس وہ برگِ خزاں کی طرح' کا مفہوم اپنی زبان میں لکھیے۔

پڑھیے، سمجھیے اور لکھیے

- نظم کے ایک بند میں پھول، باغباں، باغ اور شبنم الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔ کلام میں ایسے الفاظ لانا جن میں آپس میں کوئی تعلق یا نسبت پائی جائے اور جس کے ذریعے کلام کے معنوی یا ظاہری حسن میں اضافہ ہو، اسے 'مراعاۃ النظیر' کہتے ہیں۔ اپنے دوستوں کے ساتھ گفتگو کیجیے اور پانچ اشعار تلاش کر کے اپنی کاپی میں لکھیے جو صنعتِ مراعاۃ النظیر کی مثال ہوں۔

© NCERT not to be republished

.i

.ii

.iii

.iv

.v

- شاید خزاں سے شکل عیاں ہو بہار کی
  ہے دن کی دھوپ رات کی شبنم انھیں گراں

ان مصرعوں میں خزاں اور بہار، دن اور رات کا استعمال ہوا ہے۔ یہ الفاظ ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ کلام میں جب ایسے الفاظ استعمال کیے جائیں جو ایک دوسرے کی ضد ہوں، اسے 'صنعتِ تضاد' کہتے ہیں۔ ایسے دو اشعار تلاش کر کے لکھیے جن میں صنعت تضاد موجود ہو:

.i

.ii

- تن میں لہو کا نام نہیں، زرد رنگ ہے

اس مصرعے میں شاعر نے غم کی شدت کو بہت بڑھا کر پیش کیا ہے، جب کہ حقیقت یہ ہے کہ جسم سے خون کبھی مکمل طور پر ختم نہیں ہوتا ہے لیکن شدت غم کو ظاہر کرنے کے لیے شاعر نے مبالغہ سے کام لیا ہے۔ کلام میں کسی حالت، بات یا کیفیت کو بڑھا چڑھا کر پیش کرنا 'مبالغہ' کہلاتا ہے۔ آپ ان اشعار کو تلاش کر کے لکھیے جن میں صنعت مبالغہ کا استعمال ہوا ہو:

.i

© NCERT not to be republished

.ii ______________________

____

ملتے ہیں دستِ یاس وہ برگِ خزاں کی طرح

- اس مصرع میں مایوسی کے ہاتھ کو خزاں کے سوکھے پتوں سے تشبیہ دی ہے۔ دونوں میں کمزوری، بے بسی کا احساس موجود ہوتا ہے۔ شاعر نے مایوسی کی کیفیت کو دستِ یاس ملنے سے ظاہر کیا ہے اور اسے برگِ خزاں سے تشبیہ دی ہے۔ تشبیہ کے استعمال سے بات زیادہ واضح اور اثر انگیز ہو جاتی ہے۔ آپ پڑھ چکے ہیں کہ کلام میں کسی ایک چیز کو کسی دوسری چیز کے مانند بتانا 'تشبیہ' کہلاتا ہے۔ آپ اُن اشعار کو تلاش کر کے نیچے لکھیے جن میں تشبیہ کا استعمال ہوا ہو:

____

____

____

____

- نظم 'رامائن کا ایک سین' مسدس کی ہیئت میں ہے، یعنی ہر بند میں چھ چھ مصرعے ہیں۔ ہر بند کے ابتدائی چار مصرعے ہم قافیہ اور ہم ردیف ہیں جب کہ آخری دو مصرعوں کا قافیہ اور ردیف الگ ہے۔ نظم کو دوبارہ پڑھیے اور ہر بند کے قافیے اور ردیف تلاش کر کے اپنی کاپی میں لکھیے۔

لسانی سرگرمی

- درج ذیل مصرعے کو غور سے پڑھیے:

لی گوشہ ہائے چشم سے اشکوں نے رخ کی راہ

'راہ لینا' محاورہ ہے۔ شاعر نے اسے مصرعے میں اس طرح استعمال کیا ہے کہ 'لینا' سے لفظ 'لی' بنا کر مصرعے کی ابتدا میں اور 'راہ' کو مصرعے کے آخر میں استعمال کیا ہے۔ 'راہ لینا' کے معنی ہیں

© NCERT not to be republished

'راستے پر چلنا' دونوں آنکھوں کے کونوں سے آنسو نکل کر چہرے کی طرف روانہ ہو گئے ہیں۔ درج ذیل محاوروں کے معنی معلوم کیجیے اور انھیں جملوں میں استعمال کیجیے:

i. آنکھ بھر آنا ______________________

ii. آنکھیں بچھانا ______________________

iii. آنکھیں پھیر لینا ______________________

iv. آنکھ کھلنا ______________________

v. آنکھ کا تارا ہونا ______________________

گفتگو کیجیے

- نظم کے درج ذیل بند میں نصیحت کی گئی ہے۔ اُسے اپنے لفظوں میں بیان کیجیے:

پڑتا ہے جس غریب پہ رنج و محن کا بار   کرتا ہے اس کو صبر عطا آپ کردگار
مایوس ہو کے ہوتے ہیں انساں گناہ گار   یہ جانتے نہیں، ہے وہ دانائے روزگار
انسان اس کی راہ میں ثابت قدم رہے
گردن وہی ہے امر رضا میں جو خم رہے

- دیے گئے اشعار کے بند کو پڑھیے اور سوالوں کے جواب دیجیے:

دل کو سنبھالتا ہوا آخر وہ نونہال   خاموش ماں کے پاس گیا صورتِ خیال
دیکھا تو ایک در میں ہے بیٹھی وہ خستہ حال   سکتہ سا ہو گیا ہے، یہ ہے شدّتِ ملال
تن میں لہو کا نام نہیں، زرد رنگ ہے
گویا بشر نہیں کوئی تصویرِ سنگ ہے

© NCERT not to be republished

i. ’نونہال‘ کا کیا مفہوم ہے اور اس سے کس شخصیت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے؟

ii. ماں کی حالت بیان کرنے کے لیے کن الفاظ کا استعمال کیا گیا ہے؟

iii. ’خستہ حال‘ جس ماں کو کہا گیا ہے وہ رانی تھی۔ پھر اس کے لیے یہ اصطلاح کیوں استعمال کی گئی ہے؟

iv. ’تصویرِ سنگ‘ سے کیا مراد ہے؟

v. بند میں ’سکتہ‘ کا لفظ کیوں استعمال کیا گیا ہے؟

تلاش کیجیے

قدیم قصے کہانیوں کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ دیومالائی کہانیاں اور اساطیری کہانیاں۔ دیومالائی کہانیاں مذہبی ہوتی ہیں جن میں دیوی دیوتاؤں کے قصے بیان کیے جاتے ہیں۔ اساطیری کہانیوں میں روایتی قصے، داستانیں، غیر حقیقی عناصر سے متعلق کہانیاں ہوتی ہیں جیسے ’داستانِ امیر حمزہ‘۔ لائبریری سے دیومالائی اور اساطیری کہانیاں تلاش کیجیے اور انھیں پڑھیے۔ ان کہانیوں اور ان کے مصنّفین کے نام بھی اپنی کاپی میں لکھیے۔

تخلیقی اظہار

- ’رام نومی‘، ’دسہرہ‘ اور ’دیوالی‘ ہمارے ملک کے مشہور تہوار ہیں۔ اپنے ہم جماعت ساتھیوں سے گفتگو کیجیے اور کسی ایک تہوار کی تفصیل اپنی زبان میں لکھیے۔

عملی کام

- اردو کی چند عمدہ نظموں کا انتخاب کر کے ایک پورٹ فولیو تیار کیجیے۔ یہ بھی لکھیے کہ آپ نے ان نظموں کا انتخاب کیوں کیا اور انھیں پڑھتے ہوئے کیا محسوس کیا؟

© NCERT not to be republished

اختر الایمان

1915 – 1996

اختر الایمان نجیب آباد، ضلع بجنور میں پیدا ہوئے۔ ان کی ابتدائی تعلیم مختلف گاؤں اور قصبوں کے مدرسوں اور اسکولوں میں ہوئی۔ انھوں نے میٹرک فتح پوری اسکول دہلی سے پاس کیا۔ میٹرک کے بعد اینگلو عربک کالج (موجودہ ذاکر حسین، دلّی کالج) سے بی اے کی تعلیم حاصل کی۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں ایم اے اردو میں داخلہ لیا مگر اسے مکمل نہ کر سکے، میرٹھ چلے گئے۔ کچھ دنوں تک قیام کے بعد دہلی آگئے اور کچھ عرصہ محکمہ سپلائی میں کام کیا۔ کچھ وقت بعد ان کا آل انڈیا ریڈیو میں تقرر ہو گیا لیکن جلد ہی پونے چلے گئے۔ وہاں سے ممبئی آگئے، یہاں انھوں نے فلموں کے منظر نامے اور مکالمے لکھے۔ ان کی لکھی ہوئی بعض فلمیں بہت مقبول ہوئیں۔

اختر الایمان کا شمار اردو کے بڑے اہم اور ممتاز نظم گو شعرا میں ہوتا ہے۔ وہ ایک انفرادی لب و لہجے اور زبان کے مخصوص آہنگ کی وجہ سے اپنی الگ شناخت رکھتے ہیں۔ ان کا ایک خاص وصف ڈرامائی پہلو ہے۔ ’گرداب‘، ’تاریک سیارہ‘، ’آب جو‘، ’یادیں‘، ’بنت لمحات‘ اور ’نیا آہنگ‘ ان کے شعری مجموعے ہیں۔ ’سروساماں‘ کے نام سے ان کی کلیات 1984 میں منظر عام پر آئی۔ ’اس آباد خرابے میں‘ ان کی خودنوشت سوانح ہے۔ اس کے علاوہ انھوں نے چند ادبی مضامین بھی لکھے ہیں۔ اختر الایمان کو ان کے شعری مجموعے ’یادیں‘ کے لیے 1962 میں ساہتیہ اکادمی ایوارڈ سے نوازا گیا۔ اس کے علاوہ انھیں اقبال سمّان اور دوسرے مختلف انعامات و اعزازات سے بھی سرفراز کیا گیا ہے۔

© NCERT not to be republished

اعتماد

4901CH12

بولی خود سر ہَوا ایک ذرّہ ہے توٗ
یوں اُڑا دوں گی میں، موجِ دریا بڑھی
بولی میرے لیے ایک تنکا ہے توٗ
یوں بہا دوں گی میں، آتشِ تُند کی
اک لَپَٹ نے کہا میں جلا ڈالوں گی
اور زمیں نے کہا میں نِگل جاؤں گی
میں نے چہرے سے اپنے اُلٹ دی نقاب
اور ہنس کر کہا، میں سلیمان ہوں
ابنِ آدم ہوں میں، یعنی انسان ہوں

— اخترالایمان

© NCERT not to be republished

لفظ و معنی

خودسر	:	ضدی، مغرور
موجِ دریا	:	دریا کی موج
آتشِ تُند	:	تیز آگ
لَپٹ	:	شعلہ
سلیمان	:	ایک پیغمبر کا نام
ابنِ آدم	:	آدم کا بیٹا

غور کیجیے

- نظم میں جس خیال کو پیش کیا گیا ہے اس کی بنیاد اعتماد پر ہے۔ یہ اعتماد فطرت کے ان تمام عناصر میں بھی ہے جو قوی ہیں۔ انسان جب جواباً اپنی طاقت کا راز کھولتا ہے تو کہتا ہے میں انسان ہوں اور اسی حضرت سلیمان کا وارث ہوں، جن کے قبضے میں تمام چرند و پرند تھے اور ان چاروں عناصر یعنی پانی، ہوا، آگ اور زمین پر بھی ان کی حکومت تھی۔
- نظم میں دو چیزیں اپنی طرف متوجہ کرتی ہیں۔ ایک ڈرامائیت اور دوسرے غیر مرئی چیزیں جیسے ہوا، موج دریا، آتشِ تند اور زمین (مراد مٹی) ان کی تجسیم کاری کا عمل۔ انسانی وجود کو بھی ان ہی چاروں عناصر کی ترتیب یا مرکب کا نام دیا گیا ہے۔
- شاعر نے نظم کو خود کلامی اور مکالمے کی صورت میں پیش کیا ہے اور انسان کے حوصلے اور طاقت کو ہر شئے سے برتر دکھایا ہے۔

© NCERT not to be republished

- اس نظم میں وزن اور بحر کی پابندی تو کی گئی ہے، مگر ردیف اور قافیہ کی پابندی نہیں ہے۔ ایسی نظم کو معرّا نظم کہتے ہیں۔
- ہوا، پانی، آگ اور مٹی کو عناصر اربعہ بھی کہتے ہیں۔ نظم میں ان ہی تمام عناصر پر انسان کی عظمت، فضیلت اور برتری کا اظہار کیا گیا ہے۔ انسان کو خالق کائنات نے اشرف المخلوقات بنایا ہے۔ دنیا کی تمام مخلوق اور اجزا پر اس کو فوقیت عطا کی ہے۔

سوچیے اور بتائیے

i. خود سر ہوا کس طرح اپنی برتری ظاہر کر رہی ہے؟

ii. دریا کے سامنے تنکے کی کم مائیگی کیسی ہے؟

iii. 'میں سلیمان ہوں' کہہ کر انسان کی کون سی صفات کی جانب اشارہ کیا گیا ہے؟

iv. نظم کے آخری مصرعے سے کیا تاثر قائم ہوتا ہے؟ اگر یہ مصرع نہ ہو تو نظم کے تاثر پر کیا اثر پڑے گا؟

پڑھیے، سمجھیے اور لکھیے

- نظم کے دوسرے شعر میں موجِ دریا کی ترکیب استعمال کی گئی ہے۔ یہ ترکیب گرچہ نئی نہیں ہے لیکن اسے جس سلیقے سے برتا گیا ہے اس سے معنی میں اضافہ ہو گیا ہے۔ اس ترکیب میں حرف کے بجائے اضافت زیر کا استعمال ہوا ہے۔ ایسے پانچ الفاظ معلوم کر کے لکھیے جن میں اضافت زیر کا استعمال ہوا ہو:

i. ________ ii. ________ iii. ________

iv. ________ v. ________

© NCERT not to be republished

• درج ذیل شعر پر غور کیجیے:

اور ہنس کر کہا میں سلیمان ہوں
ابن آدم ہوں میں یعنی انسان ہوں

اس شعر میں حضرت سلیمانؑ اور حضرت آدمؑ کا ذکر آیا ہے۔حضرت سلیمانؑ ایک پیغمبر تھے، جن کی ہوا، پانی، آگ اور زمین پر حکومت تھی اور تمام چرند و پرند بھی ان کے ماتحت تھے۔شعر میں کسی تاریخی واقعے، مشہور شخصیت یا شے کا ذکر کیا جائے تو اسے 'صنعتِ تلمیح' کہتے ہیں۔اس کے علاوہ تلمیح میں کسی مشہور تاریخی یا مذہبی واقعہ یا روایت کی طرف بھی اشارہ شامل ہوتا ہے۔

آپ ایسے تین اشعار تلاش کر کے لکھیے جن میں صنعت تلمیح کا استعمال موجود ہو:

.i ________________________________

____

.ii ________________________________

____

.iii ________________________________

____

• نظم کے پہلے دو مصرعوں کو غور سے پڑھیے:

بولی خود سر ہوا ایک ذرہ ہے تو
یوں اڑا دوں گی میں، موجِ دریا بڑھی

ان مصرعوں میں ہوا، پانی کو شاعر نے مادّی شکل میں ڈھال کر انسان سے مقابلہ کرتے ہوئے ظاہر کیا ہے۔ جب شعر میں کسی بے جان شئے، انسانی جذبات یا تصور کو انسانی خصوصیات میں ڈھال کر پیش کیا جاتا ہے تو یہ 'صنعتِ تجسیم' کی مثال ہوتی ہے۔نظم سے اسی طرح کی دو مثالیں تلاش کر کے لکھیے:

.i ________________________________

____

© NCERT not to be republished

.ii ______________________

____

- آپ نے اب تک جو نظمیں اور غزلیں پڑھی ہیں ان پر غور کیجیے۔ ان میں قافیہ کی پابندی تھی۔ قافیہ کے ساتھ ردیف کا بھی اہتمام کیا گیا تھا لیکن نظم 'اعتماد' میں قافیہ اور ردیف کی پابندی نہیں کی گئی ہے۔ جن نظموں میں قافیے کی پابندی کی جاتی ہے انھیں 'پابند نظم' کہا جاتا ہے، تاہم جن میں قافیہ کی پابندی نہیں کی جاتی ہے ان کو 'نظم معرّا' کہا جاتا ہے۔ اپنے دوستوں کے ساتھ گفتگو کیجیے اور پانچ معرّا نظموں کے بارے میں معلوم کر کے لکھیے۔

لسانی سرگرمی

- نیچے دیے گئے مرکب الفاظ کے معنی لکھیے اور انھیں جملوں میں استعمال کیجیے:

.i موجِ دریا ______________________
.ii موجِ تلاطم ______________________
.iii موجِ ساحل ______________________
.iv موجِ نسیم ______________________
.v موجِ تبسم ______________________

- لغت کی مدد سے لفظ 'اعتماد' کے کم از کم پانچ مترادفات تلاش کر کے لکھیے۔

آپ کی رائے

ہوا، پانی، آگ، مٹی اور انسان کے درمیان مکالموں میں اعتماد کیوں تھا اور انھیں اپنی کن طاقتوں پر بھروسہ تھا؟ کمرۂ جماعت میں اپنے ساتھیوں سے تبادلۂ خیال کیجیے۔

تلاش کیجیے

- 'اعتماد' ایک مکالماتی نظم ہے، اس میں پانی، ہوا، آگ اور زمین انسان کے درمیان گفتگو ہو رہی ہے۔ لائبریری سے ایسی نظمیں حاصل کر کے پڑھیے جن میں کسی چیز کو کردار بناکر گفتگو کی گئی ہو۔

تخلیقی اظہار

- اس نظم کا خلاصہ اپنی زبان میں لکھیے۔
- آپ کو اپنی خود اعتمادی پر کس قدر یقین ہے۔ اس موضوع پر اپنے خیالات کا تحریری اظہار کیجیے۔

عملی کام

- عزم و حوصلے کو بلند کرنے والی کچھ نظمیں تلاش کر کے لکھیے اور کمرۂ جماعت میں اپنے دوستوں کو سنائیے۔

اضافی مطالعہ

- قدرت نے انسان کو پانچ ایسی قوتیں (حِسّیں) عطا کی ہیں جن پر ہماری زندگی کا انحصار ہے، انھیں 'حواس خمسہ' کہتے ہیں۔ جب یہ پانچوں حِسّیں اپنا کام کرنا بند کر دیتی ہیں تو انسان بے جان ہو جاتا ہے۔ ان پانچوں حِسّوں میں سے کسی ایک حِس کے نہ ہونے سے بھی انسان کے کام کرنے کی صلاحیت میں فرق پڑ جاتا ہے۔ مثال کے طور پر قوت باصرہ نہ ہونے پر انسان بینائی سے محروم ہو جاتا ہے، اسی طرح قوتِ سامعہ نہ ہونے کے باعث انسان سننے کی صلاحیت کھو بیٹھتا ہے۔

© NCERT not to be republished

کیفی اعظمی

1917 – 2002

کیفی اعظمی کا پورا نام سید اطہر حسین رضوی تھا۔ وہ اعظم گڑھ کے ایک گاؤں مجواں میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی اس کے بعد لکھنؤ کے مشہور ادارے سلطان المدارس میں داخل ہوئے۔ کیفی اعظمی کو شاعری کا شوق بچپن سے تھا۔ طالب علمی کے زمانے سے ترقی پسند تحریک سے وابستہ ہو گئے۔

1943 میں ممبئی آ گئے اور یہاں ایک رسالے 'قومی جنگ' کی مجلس ادارت میں شامل ہو گئے۔ اس کے ساتھ ہی فلمی دنیا سے بھی ان کی وابستگی رہی اور کئی فلموں میں نغمے اور مکالمے لکھے۔

کیفی اعظمی کا شمار ممتاز ترقی پسند شاعروں میں ہوتا ہے۔ ان کی شاعری میں سماجی مسائل کی ترجمانی ملتی ہے۔ ان کے شعری مجموعوں میں 'جھنکار' (1945)، 'آخرِ شب' (1947)، 'آوارہ سجدے' (1973)، 'ابلیس کی مجلسِ شوریٰ' (دوسرا اجلاس) (1977) اور 'سرمایہ' شامل ہیں۔ اس کے علاوہ ان کے فلمی نغموں کا مجموعہ 'میری آواز سنو' (1974) میں منظرِ عام پر آیا۔ ان کے شعری مجموعے 'آوارہ سجدے' کے لیے انھیں ساہتیہ اکادمی ایوارڈ سے نوازا گیا۔

© NCERT not to be republished

4901CH13

عورت

اٹھ مری جان! مرے ساتھ ہی چلنا ہے تجھے

قلبِ ماحول میں لرزاں شررِ جنگ ہیں آج
حوصلے وقت کے اور زیست کے یک رنگ ہیں آج
آبگینوں میں تپاں ولولۂ سنگ ہیں آج
حسن اور عشق ہم آواز و ہم آہنگ ہیں آج
جس میں جلتا ہوں اسی آگ میں جلنا ہے تجھے
اٹھ مری جان! مرے ساتھ ہی چلنا ہے تجھے

© NCERT not to be republished

تیرے قدموں میں ہے فردوسِ تمدن کی بہار
تیری نظروں پہ ہے تہذیب و ترقی کا مدار
تیری آغوش ہے گہوارۂ نفس و کردار
تابہ کے گرد ترے وہم و تعین کا حصار
کوندکر مجلسِ خلوت سے نکلنا ہے تجھے
اٹھ مری جان! مرے ساتھ ہی چلنا ہے تجھے

گوشہ گوشہ میں سلگتی ہے چتا تیرے لیے
فرض کا بھیس بدلتی ہے قضا تیرے لیے
قہر ہے تیری ہر اک نرم ادا تیرے لیے
زہر ہی زہر ہے دنیا کی ہوا تیرے لیے
رُت بدل ڈال اگر پھولنا پھلنا ہے تجھے
اٹھ مری جان! مرے ساتھ ہی چلنا ہے تجھے

قدر اب تک تری تاریخ نے جانی ہی نہیں
تجھ میں شعلے بھی ہیں بس اشک فشانی ہی نہیں
تو حقیقت بھی ہے دل چسپ کہانی ہی نہیں
تیری ہستی بھی ہے اک چیز جوانی ہی نہیں
اپنی تاریخ کا عنوان بدلنا ہے تجھے
اٹھ مری جان! مرے ساتھ ہی چلنا ہے تجھے

تو فلاطون و ارسطو ہے تو زہرا پرویں
تیرے قبضہ میں ہے گردوں تری ٹھوکر میں زمیں
ہاں اٹھا جلد اٹھا پائے مقدر سے جبیں
میں بھی رکنے کا نہیں وقت بھی رکنے کا نہیں
لڑکھڑائے گی کہاں تک کہ سنبھلنا ہے تجھے
اٹھ مری جان! مرے ساتھ ہی چلنا ہے تجھے

© NCERT not to be republished

لفظ و معنی

لرزاں : ڈر سے کانپنا

شرر : چنگاری

آبگینوں : آبگینہ کی جمع، شیشہ، کانچ

تپاں : جلتا ہوا، گرم

ولولہ : جوش، امنگ

تمدن : کلچر، ثقافت

مدار : بنیاد، جس پر کسی بات یا چیز کا انحصار ہو

گہوارہ : پالنا، جھولا

تابہ کے : کب تک

حصار : چار دیواری، گھیر

خلوت : تنہائی، در پردہ

قضا : موت

اشک فشانی : آنسو بہانا

غور کیجیے

- اس نظم میں خواتین کو حسن و محبت کی علامت ہی نہیں بلکہ ان کی علمی و سماجی حیثیت کا اعتراف کرتے ہوئے اُنھیں عدم مساوات، ظلم، استحصال اور جبر کے خلاف احتجاج کرنے اور حق کی خاطر لڑنے کی ترغیب دی گئی ہے اور ہر قدم پر مردوں کے شانہ بشانہ چلنے کو کہا گیا ہے۔
- آج خواتین ملک کی تعمیر اور زندگی کے ہر شعبے میں اعلیٰ کارکردگی کا مظاہرہ کر رہی ہیں۔

© NCERT not to be republished

سوچیے اور بتائیے

i. 'تیرے قدموں میں ہے فردوسِ تمدن کی بہار' کس کے لیے اور کیوں کہا گیا ہے؟

ii. 'تیری نظروں پہ ہے تہذیب و ترقی کا مدار' کا مفہوم کیا ہے؟

iii. اپنی تاریخ کا عنوان بدلنے سے کیا مراد ہے؟

iv. نظم کے آخری بند کا مفہوم اپنی زبان میں لکھیے۔

پڑھیے، سمجھیے اور لکھیے

- آپ مختلف شعری صنعتوں کے بارے میں پڑھ چکے ہیں، نیچے دیے گئے نظم کے مصرعوں کو غور سے پڑھیے اور ان میں استعمال کی گئی صنعت کو لکھیے:

i. تو فلاطون و ارسطو ہے تو زہرا پرویں ______

ii. گوشہ گوشہ میں سلگتی ہے چتا تیرے لیے ______

iii. کوند کر مجلس خلوت سے نکلنا ہے تجھے ______

iv. تیرے قبضہ میں ہے گردوں تیری ٹھوکر میں زمیں ______

- درج ذیل شعر کو غور سے پڑھیے:

تیرے قدموں میں ہے فردوسِ تمدن کی بہار
تیری نظروں پہ ہے تہذیب و ترقی کا مدار

پہلے مصرع میں تمدن اور دوسرے مصرع میں تہذیب و ترقی الفاظ کا استعمال ہوا ہے۔ چوں کہ تمدن، تہذیب اور ترقی تینوں کا تعلق انسانی معاشرت کی فکری اور مادی بہتری سے ہے اور ان کا

© NCERT not to be republished

استعمال کم و بیش ایک ہی مفہوم کی ادائیگی کے لیے ہوتا ہے۔ کلام میں ایسے الفاظ لانا جن کے درمیان آپس میں ایک معنوی مناسبت یا ربط پایا جائے 'مراعاۃ النظیر' کہلاتا ہے۔ نظم سے ان اشعار کو تلاش کر کے لکھیے جن میں صنعت مراعاۃ النظیر کا استعمال موجود ہو:

- کلام میں دو یا دو سے زیادہ ایسے الفاظ لائے جائیں جو تلفظ یا املا کے لحاظ سے ایک جیسے ہوں، مگر معنی کے لحاظ سے مختلف ہوں، اُسے 'صنعت تجنیس' کہتے ہیں۔ اپنے استاد کی مدد سے ایسے تین اشعار تلاش کر کے اپنی کاپی میں لکھیے، جن میں اس صنعت کا استعمال ہوا ہو:

i.

ii.

iii.

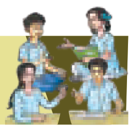

گفتگو کیجیے

- تو فلاطون و ارسطو ہے تو زہرا پرویں
  تیرے قبضہ میں ہے گردوں تری ٹھوکر میں زمیں

اس شعر کے دوسرے مصرعے میں شاعر نے مبالغہ آرائی سے کام لیتے ہوئے عورت کی عظمت اور اہمیت کو بڑھا چڑھا کر پیش کیا ہے۔ یعنی عورت اتنی طاقت ور ہے کہ گردوں (آسمان) اس کے قابو

© NCERT not to be republished

میں ہے اور زمین اس کی ٹھوکر میں ہے۔ اپنے ساتھیوں کے ساتھ گفتگو کیجیے اور بتائیے کہ شاعر نے پوری نظم میں شاعرانہ خوبیوں کا اظہار کس طرح کیا ہے؟

- درج ذیل مرکب الفاظ کے معنی لکھیے اور جملوں میں استعمال کیجیے:

i. قلبِ ماحول ____________________

ii. شرر جنگ ____________________

iii. مجلسِ خلوت ____________________

iv. فردوسِ تمدن ____________________

v. گہوارۂ نفس ____________________

vi. اشک فشانی ____________________

پروجیکٹ

ہندوستان کی جنگِ آزادی میں مردوں کے ساتھ خواتین نے بھی اہم کارنامے انجام دیے ہیں۔ ایسی ہی چند جانباز خواتین کی خدمات اور ان کی قربانیوں کی تفصیلات حاصل کیجیے اور ایک مضمون لکھیے۔

عملی کام

مولانا حالیؔ، علامہ اقبالؔ، اسرار الحق مجازؔ، ساحرؔ لدھیانوی وغیرہ کئی شاعروں نے خواتین کی بہادری، جانبازی اور قربانیوں کے حوالے سے نظمیں کہی ہیں۔ انٹرنیٹ کی مدد سے ان شاعروں کی نظمیں تلاش کیجیے اور انھیں پڑھیے۔

© NCERT not to be republished

مثنوی

مثنوی اردو شاعری کی ایک قدیم بیانیہ صنف ہے۔ جس میں کوئی قصہ، کہانی یا واقعہ نظم کیا جاتا ہے۔ اس کے ہر شعر کے دونوں مصرعے ہم قافیہ اور ہر شعر کا قافیہ مختلف ہوتا ہے۔ ردیف کا استعمال نسبتاً کم ہوتا ہے۔ مثنوی میں اشعار کی تعداد مقرر نہیں ہے۔ اردو میں طویل اور مختصر مثنویاں لکھی گئی ہیں۔ طویل مثنویوں میں عام طور پر یہ اجزا ملتے ہیں: حمد و مناجات، نعت، منقبت، حاکمِ وقت کی مدح، اپنی شاعری کی تعریف، مثنوی لکھنے کا سبب، قصہ یا واقعہ اور خاتمہ۔

مثنوی میں موضوع کی کوئی قید نہیں ہے۔ اس میں محبت کی کہانیاں، جنگ اور مہم جوئی کے واقعات، داستان، کسی معاشرے کے احوال اور ناصحانہ مضامین بھی بیان ہوئے ہیں۔ اردو کی قدیم مثنویوں میں زیادہ تر عشقیہ قصے اور مذہبی و اخلاقی مضامین نظم کیے گئے ہیں۔ جن میں نثری خصوصیات موجود ہیں یعنی قصے کے اندر ایک اور قصہ، مثالی کردار اور فوق الفطری عناصر وغیرہ۔

اردو کی قدیم مثنویاں دکن میں لکھی گئیں جن میں داستانیں نظم کی گئی ہیں۔ ان میں قطب مشتری، پھول بن اور علی نامہ قابلِ ذکر ہیں۔ میر تقی میرؔ نے کئی مثنویاں لکھیں۔ اردو کی مشہور مثنویوں میں میر حسن کی 'سحر البیان'، دیا شنکر نسیم کی 'گلزار نسیم' اور مرزا شوق کی مثنوی 'زہر عشق' خاص اہمیت رکھتی ہیں۔ یہ مثنویاں آج بھی مقبول ہیں اور اردو میں کلاسیکیت کا درجہ رکھتی ہیں۔

© NCERT not to be republished

میر حسن

1740 – 1786

میر غلام حسن کا تعلق دہلی کے ایک ایسے علمی اور ادبی خاندان سے تھا جہاں شاعری خصوصاً مرثیہ نگاری کی روایت بہت قدیم تھی۔ میر حسنؔ کے والد میر غلام حسین ضاحکؔ اردو کے مشہور مرثیہ گو شاعر تھے۔ دہلی کے سیاسی حالات جب خراب ہوئے تو میر حسن اپنے والد میر ضاحک کے ساتھ فیض آباد آ گئے۔ جب نواب آصف الدولہ نے لکھنؤ آباد کیا تو میر حسن بھی لکھنؤ آ گئے۔ میر حسن کے بیٹے میر خلیقؔ اور ان کے پوتے میر انیسؔ نے اردو شاعری میں مرثیہ گوئی کی نئی راہیں نکالیں۔

میر حسن نے شاعری کی ابتدا غزل سے کی۔ خاندانی روایت کی پیروی کرتے ہوئے کئی مرثیے بھی لکھے لیکن اصل شہرت انھیں مثنوی 'سحر البیان' سے حاصل ہوئی۔ اس مثنوی میں شہزادہ بے نظیر اور شہزادی بدرِ منیر کی داستان منظوم کی گئی ہے۔

منظر نگاری، واقعہ نگاری اور کردار نگاری کو دل چسپ اور متحرک شکل میں پیش کرنے اور کہانی کو مربوط طریقے سے بیان کرنے میں میر حسنؔ کو خاص مہارت حاصل تھی۔ ان کی مثنوی 'سحر البیان' مختلف اشیا اور مظاہر کے ذکر سے پُر ہے۔ یہی سبب ہے کہ اس مثنوی کی کہانی اگرچہ بالکل خیالی ہے تاہم اس کے واقعات اور کردار جیتے جاگتے اور ہماری دنیا سے ماخوذ معلوم ہوتے ہیں۔

© NCERT not to be republished

4901CH14

آغازِ داستاں

کسی شہر میں تھا کوئی بادشاہ — کہ تھا وہ شہنشاہِ گیتی پناہ

بہت حشمت و جاہ و مال و منَال — بہت فوج سے اپنی فرخندہ حال

کئی بادشاہ اس کو دیتے تھے باج — خطا اور خُتَن سے وہ لیتا خَراج

کوئی دیکھتا آ کے جب اس کی فوج — تو کہتا کہ ہے بحرِ ہستی کی موج

© NCERT not to be republished

رعیّت تھی آسودہ و بے خَطر
نہ غم مفلسی کا، نہ چوری کا ڈر

عجب شہر تھا اس کا مِینو سَواد
کہ قدرت خدائی کی آتی تھی یاد

کہوں قلعے کی اس کے کیا میں شِکوہ
گئے دب، بلندی کو دیکھ اس کی، کُوہ

وہ دولت سرا خانۂ نور تھا
سدا عیش و عشرت سے معمور تھا

ہمیشہ خوشی، رات دن سیرِ باغ
نہ دیکھا کسی دل پہ، جُز لالہ داغ

سدا عیش و عشرت، سدا راگ و رنگ
نہ تھا زیست سے کوئی اپنی بہ تنگ

غنی وھاں ہوا ، جو کہ آیا تباہ
عجب شہر تھا وہ، عجب بادشاہ

نہ دیکھا کسی نے کوئی وھاں فقیر
ہوئے اس کی دولت سے گھر گھر امیر

ہزاروں پری پیکر اس کے غلام
کمر بستہ خدمت میں حاضر مُدام

کسی طَرف سے وہ نہ رکھتا تھا غم
مگر ایک اولاد کا تھا الم

اِسی بات کا اس کے تھا دل پہ داغ
نہ رکھتا تھا وہ اپنے گھر کا چراغ

وزیروں کو اک روز اس نے بُلا
جو کچھ دل کا احوال تھا، سو کہا

کہ میں کیا کروں گا یہ مال و مَنال
فقیری کا ہے میرے دل کو خیال

فقیر اب نہ ہوں، تو کروں کیا علاج
نہ پیدا ہوا وارثِ تخت و تاج

جوانی مری ہو گئی سب بسر
نمودار پیری ہوئی سَر بَسَر

بہت ملک پر جان کھویا کیا
بہت فکر دنیا میں رویا کیا

وزیروں نے کی عرض کہ اے آفتاب!
نہ ہو تجھ کو ذرّہ کبھی اضطراب

عجب کیا کہ ہووے تمھارے خَلَف
کرو تم نہ اوقات اپنی تلف

نہ لاؤ کبھی یاس کی گفتگو
کہ قرآں میں آیا ہے: لاتَقْنَطُو

© NCERT not to be republished

بُلاتے ہیں ہم اہلِ تَنجِیم کو
نصیبوں کو اپنے ذرا دیکھ لو

تسلّی تو دی شاہ کو اس نَمَط
ولَے اہلِ تَنجِیم کو بھیجے خط

نجومی و رَمّال اور برہمن
غرض یاد تھا جن کو اس ڈھب کا فن

بلا کر انھیں شہ کنے لے گئے
جوں ہی روبہ رو شہ کے سب وَے گئے

کیا قاعدے سے نِہُڑ کر سلام
کہا شہ نے: میں تم سے رکھتا ہوں کام

نکالو ذرا اپنی اپنی کتاب
مرا ہے سوال، اُس کا لکھّو جواب

جمنا

نصیبوں میں دیکھو تو میرے کہیں　　کسی سے بھی اولاد ہے یا نہیں
یہ سن کر، وے رمّالِ طالع شِناس　　لگے کھینچنے زائچے بے قیاس
جماعت نے رمّال کی عرض کی　　کہ ہے گھر میں امید کے کچھ خوشی
ہے اِس بات پر اجتماعِ تمام　　کہ طالع میں فرزند ہے تیرے نام
نجومی بھی کہنے لگے درجواب　　کہ ہم نے بھی دیکھی ہے اپنی کتاب
نحوست کے دن سب گئے ہیں نکل　　عمل اپنا سب کرچکا ہے زُحَل

کیا پنڈتوں نے جو اپنا بِچار — تو کچھ انگلیوں پر کیا پھر شمار
جنم پتّرا شاہ کا دیکھ کر — تُلا اور بِرچھک پہ کر کر نظر
کہا: رام جی کی ہے تم پر دَیا — چندرما سا بالک ترے ہووے گا
و لیکن مقدر ہے کچھ اور بھی — کہ ہیں اس بھلے میں، بُرے طور بھی
یہ لڑکا تو ہو گا، وَلے کیا کہیں — خَطر ہے اسے بارھویں بَرس میں
نہ آوے یہ خورشید بالائے بام — بلندی سے خطرہ ہے اس کو تمام

نہ نکلے یہ بارہ برس رشکِ مہ / رہے بُرج میں یہ مہِ چاردَہ

کہا شہ نے یہ سن کے، ان کے تئیں / کہو، جی کا خطرہ تو اس کو نہیں؟

کہا: جان کی سب طرح خیر ہے / مگر دشت غربت کی کچھ سَیر ہے

اُسی سال میں یہ تماشا سُنو / رہا حَمل اک زوجۂ شاہ کو

گئے نو مہینے جب اس پر گزر / ہوا گھر میں شہ کے تولُّد پسر

عجب صاحبِ حسن پیدا ہوا / جسے مہرومہ دیکھ شیدا ہوا

نظر کو نہ ہو حسن پر اس کے تاب / اُسے دیکھ بے تاب ہو آفتاب

ہوا وہ جو اُس شکل دل پذیر / رکھا نام اس کا شہِ بے نظیر

— میر حسن

لفظ و معنی

گیتی پناہ	:	بادشاہ، زمین کو پناہ دینے والا
حشمت و جاہ	:	شان و شوکت
مال و منال	:	مال و اسباب
باج	:	محصول، ٹیکس
خطا و خُتن	:	ملکوں کے نام
خراج	:	مال گزاری، زمین کا ٹیکس
رعیّت	:	رعایا، عوام
مینو سَواد	:	خوب صورت جنت
معمور	:	لبریز، آباد
مُدام	:	ہمیشہ
زُحل	:	ایک سیارہ کا نام جسے انگریزی میں Saturn کہتے ہیں۔
خَلَف	:	جانشین، بیٹا
تلف	:	برباد، ضائع
لا تقنَطُو	:	مایوس نہ ہونا (عربی فقرہ اردو میں مستعمل)
تنجیم	:	علم نجوم سے متعلق
نمَط	:	طور، ڈھنگ
رَمّال	:	علم رمل کا ماہر
نِہُڑ	:	جھکنا
طالع شناس	:	نجومی، قسمت کا حال بتانے والا
زائچے	:	جنم کنڈلی، وہ نقشہ جو نجومی لوگ بچے کی پیدائش کے وقت بناتے ہیں۔

طالع : قسمت

تولُّد : پیدائش

مہِ چاردہ : چودھویں کا چاند

تُلا : یہ ایک راشی (بُرج) ہے، جو علمِ نجوم سے وابستہ ہے۔

غور کیجیے

- میر حسن کی یہ مثنوی 'سحر البیان' تقریباً ڈھائی سو سال پرانی ہے۔ سادگی اور جادو بیانی اس مثنوی کی خوبی ہے۔ مثنوی کے اس حصے میں ایسے بادشاہ کا ذکر کیا گیا ہے جس کی کوئی اولاد نہیں تھی۔ مایوسی اور ناامیدی کی حالت میں وہ ترکِ دنیا کا ارادہ کر لیتا ہے۔ تبھی وزیروں کے کہنے پر وہ نجومیوں اور رمّالوں کو دربار میں بلا کر اُن سے مشورہ کرتا ہے۔ وہ بادشاہ کے یہاں اولاد ہونے کی پیشن گوئی کرتے ہیں۔ کچھ عرصے کے بعد بادشاہ کے یہاں ایک بیٹا پیدا ہوا جو بہت ہی خوب صورت تھا۔ اس کا نام بے نظیر رکھا گیا۔ نجومیوں کے کہنے کے مطابق شہزادے کے لیے بارھواں سال خطرناک تھا اس لیے اسے کھلے آسمان کے نیچے جانے سے منع فرمایا جاتا ہے۔ لیکن بارہ برس پورے ہونے سے چند گھڑیاں پہلے شہزادہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ چھت پر جا کر سو گیا۔ ایک پری اس کی خوب صورتی کی وجہ سے اس پر فریفتہ ہو گئی اور اسے اُڑا لے گئی۔
- مثنوی ایک خاص دور کے ہندوستان کی تہذیبی زندگی کو جاننے کا اہم وسیلہ ہے۔ یہ محض روایتی قصّے اور فرضی کہانیاں نہیں ہیں بلکہ اپنے عہد کی فکری، تہذیبی اور ادبی جہتوں کے پیمانے ہیں۔ مثنوی 'سحر البیان' میں بھی ہندوستانی ثقافت کی عکاسی، رہن سہن، کھان پان، رسم و رواج، شادی اور لباس وغیرہ کا ذکر ملتا ہے۔
- آسمان پر ستاروں اور سیاروں کی حرکات سے مستقبل کا حال بتانے کو 'علمِ نجوم' کہتے ہیں۔ اس علم کو جاننے والا 'نجومی' اور 'جیوتشی' کہلاتا ہے۔ اسی طرح 'علمِ رمل' میں ہندسوں اور خطوط کے ذریعے پیشن گوئی کی جاتی ہے۔ اس علم کے جاننے والے کو 'رمّال' کہتے ہیں۔

© NCERT not to be republished

سوچیے اور بتائیے

.i بادشاہ کس بات سے بہت فکرمند رہتا تھا؟

.ii نجومیوں اور رمّالوں نے اپنے علم سے بادشاہ کو کون سی باتیں بتائیں؟

.iii بادشاہ کے دور میں رعایا کی معاشی و سماجی صورتِ حال بیان کیجیے۔

.iv محل کی بلندی کو شاعر نے کس چیز پر فوقیت دی ہے؟

پڑھیے، سمجھیے اور لکھیے

- سدا عیش و عشرت ، سدا راگ و رنگ
  نہ تھا زیست سے کوئی اپنی بہ تنگ

اس شعر میں عیش و عشرت اور راگ و رنگ استعمال ہوئے ہیں۔ عیش و عشرت اور راگ و رنگ الگ الفاظ ہیں لیکن پڑھتے وقت انھیں 'عیشو عشرت' اور 'راگو رنگ' پڑھتے ہیں، یعنی دونوں میں 'و' کے ذریعے جوڑ کر ترکیب بنائی گئی ہے، اس 'و' کو 'حرف عطف' کہتے ہیں۔ سبق میں شامل مثنوی سے پانچ تراکیب تلاش کر کے لکھیے جن میں واؤ عطف کا استعمال ہوا ہے:

.i ________________

.ii ________________

.iii ________________

.iv ________________

.v ________________

- یہ سن کر، وے رمّالِ طالع شناس
  لگے کھینچنے زائچے بے قیاس

© NCERT not to be republished

اس شعر میں رمّال، طالع شناس اور زائچے ایسے الفاظ ہیں جو علمِ نجوم اور علم رمل سے مناسبت رکھتے ہیں، جن کے معنی علم رمل کا ماہر، قسمت کا حال بتانے والا اور جنم کنڈلی ہے۔شعر کے پہلے مصرعے میں رمال اور طالع شناس الفاظ آئے ہیں اور دوسرے مصرعے میں اس کی وضاحت کے لیے لفظ زائچے استعمال کیا گیا ہے۔شعری اصطلاح میں اس ترتیب کو 'لف ونشر' کہتے ہیں۔شعر میں پہلے چند چیزوں کو ایک ترتیب سے بیان کرنا پھر اُن کی مناسبت سے وضاحت کرنا 'لف ونشر' کہلاتا ہے۔مثنوی کو دوبارہ پڑھیے اور اسی طرح کی دو مثالیں تلاش کر کے لکھیے:

i. ______________________

____

ii. ______________________

____

- درج ذیل الفاظ کو سبق میں تلاش کیجیے اور اُن کے آگے ہم قافیہ الفاظ لکھیے:

مَنال	__________	خراج	__________
داغ	__________	خیال	__________
بسر	__________	فن	__________
تمام	__________	جواب	__________
کہیں	__________	شمار	__________

- لغت کی مدد سے ذیل میں دیے گئے الفاظ کے تین تین مترادفات لکھیے:

i. مال ______________________

ii. انصاف ______________________

© NCERT not to be republished

iii. جانشین ______________________

iv. مہر ______________________

v. زیست ______________________

گفتگو کیجیے

- نیچے دیے گئے اشعار کو غور سے پڑھیے:

کہوں قلعے کی اس کے کیا میں شکوہ — گئے دب، بلندی کو دیکھ اس کی، کوہ
وہ دولت سرا خانۂ نور تھا — سدا عیش و عشرت سے معمور تھا
ہمیشہ خوشی، رات دن سیر باغ — نہ دیکھا کسی دل پہ، جز لالہ داغ
نہ دیکھا کسی نے کوئی واں فقیر — ہوئے اس کی دولت سے گھر گھر امیر
غنی وہاں ہوا جو کہ آیا تباہ — عجب شہر تھا وہ، عجب بادشاہ

- آپ اپنے ساتھیوں کے ساتھ ان امور پر گفتگو کیجیے:

i. بادشاہ کے محل کے کن حصوں کی تعریف بیان کی گئی ہے؟

ii. شہر کن وجوہات کی بنا پر عجیب ہے؟

iii. کسی دل پر جز لالہ داغ کیوں نہ تھا؟

iv. 'لالہ کے دل پر داغ' سے کیا مراد ہے؟

تخلیقی اظہار

- مثنوی میں ہندوستانی تہذیب کے جن عناصر کا ذکر کیا گیا ہے، ان کی روشنی میں ایک پیراگراف لکھیے۔

© NCERT not to be republished

عملی کام

- لائبریری سے مثنوی سحر البیان حاصل کیجیے اور اس کا مطالعہ کیجیے۔

اضافی مطالعہ

تاریخ گوئی میں کسی واقعے کے سالِ وقوع کو حروفِ ابجد کے حساب سے نظم کیا جاتا ہے۔ یعنی کوئی لفظ یا عبارت ایسی بنانا جس کے حرفوں کی گنتیاں جوڑی جائیں تو تاریخ نکل آئے۔ حرفوں کی گنتیاں مقرر ہیں جو حسب ذیل ہیں:

ابجد			
ا	ب	ج	د
1	2	3	4

ہوّز		
ہ	و	ز
5	6	7

حُطّی		
ح	ط	ی
8	9	10

کلمن			
ک	ل	م	ن
20	30	40	50

سعفص			
س	ع	ف	ص
60	70	80	90

© NCERT not to be republished

قرشت			
ق	ر	ش	ت
100	200	300	400

ثخذ		
ث	خ	ذ
500	600	700

ضظغ		
ض	ظ	غ
800	900	1000

حروف کی اس ترتیب کو 'ابجد، ہوّز، حُطّی، کلمن، سعفص، قرشت، ثخّذ، ضظّغ' کے ذریعے ظاہر کیا جاتا ہے اور گنتی کے اس طریقے کو 'قاعدۂ ابجد' یا 'طریقۂ جُمل' کہتے ہیں۔ پ، ٹ، چ، ڈ، ڑ، ژ، گ عربی میں نہیں ہوتے۔ اس لیے ان کی گنتیاں ان کے قریب ترین عربی حروف کے اعتبار سے حسبِ ذیل مقرر کر دی گئی ہیں:

پ	ٹ	چ	ڈ	ڑ	ژ	گ
2	400	3	4	200	7	20

چوں کہ اُس پوری نظم یا شعر کو بھی 'تاریخ' کہتے ہیں جس میں تاریخ والا فقرہ یا لفظ نظم کیا جاتا ہے۔ اس لیے خاص تاریخ کی گنتی رکھنے والے لفظ یا فقرے کو 'مادہ' یا 'مادۂ تاریخ' کہتے ہیں۔

- ان ہندسوں کی مدد سے بہت سے کھیل بھی کھیلے جاسکتے ہیں جیسے جماعت میں آپ اپنے یا اپنے دوست کا نام معلوم کر سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر آپ کا نام اسد ہے تو اس کے نام کے نمبر معلوم کرنے کے لیے 'الف' کا 1 'س' کا 60 اور 'د' کے 4 نمبروں کو جمع کر کے 1+60+4=65 آئے گا۔ اسی طرح اپنے دوستوں کے ناموں کے نمبر معلوم کیجیے۔

© NCERT not to be republished

قطعہ

قطعہ کے لغوی معنی کسی چیز کے حصے یا ٹکڑے کے ہیں۔شعری اصطلاح میں قطعہ ایسی نظم کو کہتے ہیں جس میں کسی مضمون کا مسلسل بیان ہو۔اس کے لیے کوئی بحر مخصوص نہیں ہے۔اس میں کسی خیال یا تجربے کو پوری شدت اور وحدتِ تاثر کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے۔قطعہ عام طور پر چار مصرعوں کی نظم ہوتی ہے۔اس میں دو سے زیادہ اشعار بھی ہو سکتے ہیں۔ضروری نہیں کہ اس کے پہلے دونوں مصرعے ہم قافیہ ہوں۔

کلاسیکی شاعروں کے یہاں قطعہ عموماً غزل کے اشعار میں ملتا ہے۔غزل کے ایسے دو یا دو سے زیادہ اشعار جن میں کوئی مضمون یا خیال تسلسل کے ساتھ پیش کیا جائے، انھیں 'قطعہ بند' اشعار کہتے ہیں۔قطعہ بند اشعار کی اس روایت کو بعد کے شعرا نے مزید وسعت دی اور اسے ایک علاحدہ صنف کا مقام عطا کیا۔

غزل کے اشعار کے درمیان قطعہ گوئی کی روایت قدیم زمانے سے چلی آتی ہے۔البتہ ایک علاحدہ صنف کے طور پر اسے استحکام عطا کرنے والوں میں وحید الدین سلیم اور اختر انصاری کے نام نمایاں ہیں۔ بعد میں احمد ندیم قاسمی اور نریش کمار شادؔ نے قطعہ گوئی کے فن کو فروغ دیا۔

قطعے میں عام طور پر چار مصرعے ہوتے ہیں اور رباعی بھی چار مصرعوں کی ایک نظم ہوتی ہے۔لیکن دونوں میں فرق یہ ہے کہ رباعی کے لیے بحر ہزج کے کچھ خاص اوزان مخصوص ہیں جب کہ قطعہ غزل کی طرح ہر بحر میں کہا جاسکتا ہے۔

© NCERT not to be republished

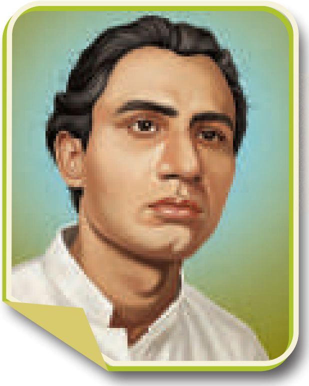

نریش کمار شاد

1927 – 1969

نریش کمار شادؔ کی پیدائش ہوشیار پور میں ہوئی۔ شاعری کے لیے انھوں نے شادؔ تخلص اختیار کیا۔ ان کے والد شاعر اور صحافی تھے۔ گھر کا ماحول علمی و ادبی تھا۔ کم عمری میں ہی شعر کہنا شروع کر دیا۔ والد کی اصلاح اور حوصلہ افزائی نے ان کی اسی طبیعت کو جلا بخشی۔ شاد نے ہوشیار پور سے ابتدائی اور ثانوی تعلیم حاصل کی۔ کچھ عرصے ملازمت کے سلسلے میں راولپنڈی اور جالندھر میں رہے۔ بعد میں ملازمت ترک کر کے لاہور چلے گئے اور ماہنامہ 'شالیمار' کے مدیر بن گئے۔ تقسیم ملک کے بعد وہ کانپور آ گئے۔ کانپور سے شائع ہونے والے 'چندن' اور بعد میں دہلی سے شائع ہونے والے رسالے 'راہی' کی ادارت کے فرائض بھی انجام دیے۔

شادؔ شاعری میں جوشؔ ملسیانی کے شاگرد تھے جو خود داغؔ دہلوی کے شاگرد تھے۔ یہی وجہ ہے کہ شادؔ کی زبان میں دہلوی رنگ نمایاں ہے۔

شادؔ نے غزل، قطعات اور رباعیات لکھی ہیں لیکن بنیادی طور پر ان کی شہرت قطعہ اور رباعی کی وجہ سے ہے۔ انھوں نے اپنے قطعات میں عموماً پند و نصح اور اخلاقیات کے مضامین بیان کیے ہیں۔ شادؔ کے شعری مجموعوں میں 'دستک، قاشیں، فریاد، آیاتِ جنوں، سنگم، شاد نامہ' وغیرہ شامل ہیں۔ اُن کا ایک اور وقیع کارنامہ حافظ شیرازی کے فارسی کلام کا اردو ترجمہ ہے جو 'دو آتشہ' کے نام سے شائع ہوا۔

© NCERT not to be republished

قطعات

4901CH15

(1)

ذہن کا کوئی نور پاش خیال
جب تک اعمال میں نہیں ڈھلتا
زندگی کے بجھے ہوئے دل میں
آگہی کا دیا نہیں جلتا

(2)

ایک شاعر کی آنکھ جب چاہے
حسنِ فطرت کو تول سکتی ہے
دیکھ سکتی ہے نکہتِ گل کو
چاند، تاروں سے بول سکتی ہے

© NCERT not to be republished

(3)

کھیل بن جائے خود وجود ترا
یوں نہ اپنے غم و نشاط سے کھیل
زندگی کانچ کا کھلونا ہے
کھیلنا ہے تو احتیاط سے کھیل

(4)

شبنمی پیرہن میں رہ رہ کر
یوں ترا روپ مسکراتا ہے
جیسے جمنا کی نرم لہروں میں
چاند کا عکس جھلملاتا ہے

— نریش کمار شادؔ

© NCERT not to be republished

لفظ و معنی

نور پاش : نور برسانے والا، روشنی بکھیرنے والا

آ گہی : بصیرت، واقفیت، علم

نکہت گل : پھول کی خوشبو

نشاط : خوشی

شبنمی پیرہن : شبنم کے رنگ کا لباس، سفید چمک دار لباس

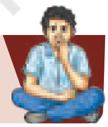

غور کیجیے

- پہلے قطعے میں یہ کہا گیا ہے کہ ذہن میں آنے والا کتنا ہی عمدہ خیال کیوں نہ ہو جب تک اس پر عمل نہ کیا جائے تب تک انسان کو بصیرت یعنی زندگی کی صحیح تفہیم حاصل نہیں ہوتی۔
- دوسرے قطعے میں یہ خیال ظاہر کیا گیا ہے کہ عام انسانوں کو پھول کی خوشبو کا احساس ہوتا ہے، خوشبو نظر نہیں آتی لیکن شاعر کی آنکھ میں وہ بصیرت ہوتی ہے جو پھول کی خوشبو کو بھی دیکھ لیتی ہے۔ انسانوں میں تجربات اور مشاہدات کے لیے احساسات ہوتے ہیں، جنھیں 'حواس خمسہ' کہتے ہیں۔ یہ حواس ہیں سامعہ یعنی سننا، باصرہ یعنی دیکھنا، شامہ یعنی سونگھنا، ذائقہ یعنی ذائقہ محسوس کرنا اور لامسہ یعنی چھونا۔
- شبنمی پیرہن انسان کا استعارہ ہے۔ جس طرح شبنم کا وجود عارضی ہے، اسی طرح انسان کا وجود بھی عارضی ہے۔ اس وجود میں خالقِ کائنات کا روپ اس طرح نظر آتا ہے جیسے جمنا کی نرم لہروں میں چاند کا عکس جھلملاتا ہے۔

© NCERT not to be republished

سوچیے اور بتائیے

i. آ گہی کا چراغ کس طرح روشن ہوتا ہے؟

ii. شاعر کی آنکھ کا چاند تاروں سے بات کرنے سے کیا مراد ہے؟

iii. زندگی کو کانچ کا کھلونا کیوں کہا گیا ہے؟

iv. چاند کا عکس جھلملانا سے کیا مفہوم واضح ہوتا ہے؟

v. جمنا کی لہروں کو نرم کیوں کہا گیا ہے؟

پڑھیے، سمجھیے اور لکھیے

- درج ذیل شعر کو پڑھیے:

کھیل بن جائے خود وجود ترا
یوں نہ اپنے غم و نشاط سے کھیل

پہلے مصرعے میں 'کھیل' اسم ہے جس کا مطلب تماشا ہے جب کہ دوسرے مصرعے میں کھیل فعل کے طور پر استعمال ہوا ہے، جس سے مراد کھیلنا ہے۔ کھیل ایک ہی لفظ ہے لیکن اس کا مفہوم دونوں جگہ الگ الگ ہے۔ نیچے دیے گئے لفظوں کا استعمال اپنے جملوں میں اس طرح کیجیے کہ ایک مرتبہ یہ لفظ اسم کے طور پر آئے اور دوسری بار فعل کے طور پر آئے۔

	اسم کے طور پر	فعل کے طور پر
i. ڈر	____________	____________
ii. مانگ	____________	____________
iii. رنگ	____________	____________

© NCERT not to be republished

iv. دوڑ ____________ ____________

v. تڑپ ____________ ____________

گفتگو کیجیے

- درج ذیل قطعہ کو پڑھیے:

ایک شاعر کی آنکھ جب چاہے
حسن فطرت کو تول سکتی ہے
دیکھ سکتی ہے نکہت گل کو
چاند تاروں سے بول سکتی ہے

اس قطعہ میں آنکھ کا حسنِ فطرت کو تولنے، نکہت گل کو دیکھنے اور چاند تاروں سے بولنے کی بات کہی گئی ہے۔ اپنے ساتھیوں کے ساتھ تبادلۂ خیال کیجیے اور معلوم کیجیے کہ آنکھ سے اور کیا کیا کام لینا ممکن ہے؟

تخلیقی اظہار

اس سبق کے ایک قطعہ میں کھیل، کھیلنا، کھلونا الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ ان الفاظ کا مصدر کھیل ہے۔ کھیل سے اور بھی الفاظ بنتے ہیں۔ مثال کے طور پر کھیلنا، کھیل، کھلاڑی، کھلنڈر، کھلونا، کھلواڑ کا استعمال کرتے ہوئے ایک پیراگراف لکھیے۔

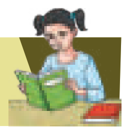

عملی کام

- اردو کے مشہور قطعہ گو شعرا کے چند قطعات تلاش کیجیے۔ انھیں ایک رنگین چارٹ پر خوش خط لکھیے ساتھ ہی ان کا مرکزی خیال بھی لکھیے اور کلاس روم کی دیوار پر آویزاں کیجیے۔

© NCERT not to be republished

نوٹ

© NCERT
not to be republished